۲۶۳۱، ۹۶۳.

۷۴۵۸

۷۴۵۸

٥٦٨
نامی
٨٦٣٠
٤٣٥٨

سورہ احزاب — پارہ ۲۱ آیت نمبر ۶ رکوع ۱

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ

(ترجمہ)

نبی مومنین کی جانوں پر اُن سے زیادہ حق
رکھتے ہیں حضرت کی ازواج مومنین کی مائیں ہیں

بعون اللہ سبحانہ وتعالےٰ

اثبات حق و افادہ مومنین ذوی الاحترام کے لئے

حصہ اول رسالہ

اُمّ المومنین خدیجہ رض

مرتبہ

قدوۃ الذاکرین برہان الواعظین سلطان المتکلمین
عالیجناب عمدۃ العلما مولانا مولوی محمد نقی صاحب قبلہ
لکھنوی مدظلہ العالی

حسب فرمایش منشی حیدر حسین صاحب قمر

باہتمام منشی محبوب علی پرنٹر
در مطبع نامی واقع شہر میرٹھ طبع شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد زمانہ کی تغیر پسندی سے کون واقف نہیں اس کی نیرنگیاں جہاں روز و شب بلکہ آناً فاناً اہل نظر کو اپنا تماشہ دکھاتی ہیں اُس کے ساتھ ہی ساتھ نہایت بلند آہنگی سے یہ بھی کر رہی ہیں کہ ہماری آغوش کے کروٹیں بدلنے والے گود میں پرورش پانے والے ابھی تک زمانہ کی پوری طاقت اور تمام کرامات سے باخبر نہیں یہ وہ ہے جس نے اشرف المخلوقات انسان سے اس کی موت و حیات اپنے قبضہ و اختیار میں ہونے کا دم بھروا لیا۔ وَمَا یُھلِکُنَا اِلَّا الدَّھر کا سر بفلک نعرہ لگوا ہی لیا یہی وہ ہے جس نے خدا کے مقابلہ میں نمرود و فرعون کو بندگان خدا سے خدائی کا ووٹ دلوا کے اُن حلقوں میں کچھ نہ کچھ بنا ہی دیا۔ اور انبیاء کرام کے مساعی جمیلہ کو ہمیشہ اپنے سامنے فروغ نہ حاصل کرنے دیا۔ اور جو اُس نے چاہا وہ کروا لیا۔ اسی نے قابل قدر ہستیوں کو گمنامی کے ایسے تنگ و تاریک گوشہ میں رکھا۔ کہ نگاہ عالم اُن کے ادراک سے قاصر رہی اور بے بنیاد ذرّوں کو فرضی چمک و دمک سے آراستہ کر کے اتنا سربلند کیا کہ اکثر نادان ظاہر بین مہر تاباں اور اُس کی جگہ اور مراتب میں امتیاز نہ کر سکے بلکہ با ہزار خلوص اُنہی من جمیع الجہات والحیثیات ترجیح دینے کو تیار ہو گئے۔ شعر۔

ایں چہ طور است کہ در دور قمر می بینم	ہمہ آفاق پر از فتنہ و شر می بینم
اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالاں	طوق زرّیں ہمہ در گردن خر می بینم

اسی چیز کو ایک شاعر عربی نے یوں نظم کیا ہے:۔

کم عالمٍ عالمٍ اعیت مذاهبهٗ   کم جاهلٍ جاهلٍ تلقاهُ مرزوقا
هذا الذی ترك الاوهام حائرةً   وصیر العلماء النحریر زندیقا

بہت سے عالم بے بدل ایسے ہیں جو نانِ شبینہ کو محتاج اور اُن کی راہ چارہ و تدبیر مسدود ہے اور افلاس و تنگدستی اُن کی رفیق زندگی ہے اور کتنی ہی جاہل محض ایسے ہیں جن کے رزق میں فراوانی اور اقبال و عروج ہے یہی وہ چیز ہے جس نے طائرِ اوہام کو حیرت کی فضا میں ڈال دیا ہے۔ اور اسی چیز نے اجل علماء کو زندیق بنا دیا۔ اسی زمانہ کے معمولی کھیلوں میں ایک یہ بھی ہے کہ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنانے میں ہر وقت کوشاں رہا اور معتدبہ کامیابی حاصل کی۔ اس نے اپنی یہ خوبی حاصل کرنے میں زیادہ تر اہل قلم کی عرقریزی اور جانکاہی سے فائدہ اٹھایا۔ یہ زمانہ کی معجز نمائی نہیں تو اور کیا ہے جو رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ دشمن صداقت یعنی کذب سے پسندیدۂ قدرت دین اسلام کا استحکام متصوّر ہونے لگا۔ افسوس صد ہزار افسوس ماحی کذب و افترا مذہب کو آج اُس کا محتاج و ممنون سمجھا جانے لگا صنف نازک کی ترقی تعلیم کے لئے بہت سے فرضی رسالہ اور ناول لکھے گئے جو فروغ مذہب اسلام کا آلہ سمجھے جاتے ہیں صد حیف یہ لوگ خیر خواہی کے پردہ میں اسلام کو کمزور کرنا چاہتے ہیں کیا اُن کی ہمدردی نادان کی دوستی سے زیادہ گراں نہیں۔ کیوں مسلمانوں میں تم سے پوچھتا ہوں کیا خواتین ذوالاحترام کے سچے اور سبق آموز واقعات اس کام میں تمہارا ہاتھ نہیں بٹا سکتے جو تم ایک ناموزوں فعل کے مرتکب ہوتے اور ان ہوئی باتوں کو ثابت کرنے ... کی لاحاصل کوشش کرتے اور جھوٹ کو سچ دکھلانے میں اپنا عزیز وقت صرف کرتے ہو۔ اپنی تصانیف میں اُن کے سر پر عصمت و عفت کا تاج رکھتے ہو جن کا کہیں وجود ہی نہیں ملتا۔ اُن کو اقلیم اخلاق کا فرمانروا بتلاتے ہو جو اس کے حدود حقائق سے منزلوں بعید اور واقعیت سے کوسوں دور انہیں محاسن اخلاق کا مرکز بناتے ہو۔ جو اس کے معنی سے بھی نابلد محض ہیں کیا طبائع کذب و افترا سے اسقدر مانوس ہو گئے ہیں کہ خواہ مخواہ ان اکاذیب کو اپنا مصلح اور اخلاق پر عمدہ اثر ڈالنے والا تسلیم کیا جائے میں سچ کہتا ہوں اس سے فائدہ کے عوض نقصان ہی نقصان ہے۔ یقیناً یہ

من قبیل بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔ ہائے دنیا تو کس قدر غلط راستہ پر گامزن ہے
آخر تو نے اپنے متوالوں کو وہ کونسا بادۂ ہوشربا نوش جان کرادیا ہے جو تیری ہر گرہ
سے کرہیہ صدا بھی ترنم دل نشین سے کم نہیں کیا صراط مستقیم کذب کو فروغ دیئے بغیر
حاصل ہی نہیں ہوسکتی پھر آخر سبب ہے تو کیا جو ایسے افعال کا ارتکاب کیا جائے اسکی
ضرورت اگر ہے تو اُن لوگوں کو جن کے پیشوایان مذہب بالکل کورے ہیں اور اُن کا نقش قدم
متبعین کو پشیمان کرتا ہے میں نے اس قسم کی متعدد کتابیں دیکھیں جن میں ایسی عورتوں کی
تعریف ہے جو نام لینے کے بھی قابل نہیں جن کے اصلی کارنامے اخلاق کی کشتی کو منجدھار
میں ڈبونے والے ہیں مگر ارباب تالیف نے اُن کی فرضی ثنا و صفت میں اپنی کرنی میں کسر
نہ رکھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا اُن مخدرات و محللات کے تذکرہ سے کیوں عمداً چشم پوشی
اختیار کی جاتی ہے جن کا اسوۂ حسنہ اس کا اہل و مستحق ہے کہ اپنے اخلاف و پسماندگان
کے رویہ کو سنوار کے بارگاہ رب العزّت میں مدارج قرب حاصل کرادے اُن محترمات
میں صدر آرائے خواتین عالمیان درمکنون بحر لطافت و نجابت، گوہر دُرج عفت و شرافت،
کریمۃ النساء جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا بھی ہیں جو صنف نازک یعنی گروہ نسوانی
کے لئے بہترین اخلاق کا ذخیرہ ہیں بلا شبہ اس مخدومہ بوستان اخلاق میں ایسے
نفیس پھول کھلائے جن کی بھینی بھینی شامہ کش اور ایمان نواز مہک قیامت تک فنا
ہونے والی نہیں اُن کا بہترین رنگ صدا ارباب بصیرت کو دعوت نظارہ دیتا رہیگا۔
خدا برا کرے تعصب و خود غرضی کا جو بڑی بے پروائی سے ہر آشکار حقیقت پر ہزاروں پردے
ڈالنے کو آمادہ ہے۔ خدا ناس کرے زمانہ سازی کا جس نے بڑی بیدردی سے علی رؤس الاشہاد
منظر عام میں انصاف کا خون کردیا جو اہل زمانہ نے نامعلوم کس مصلحت سے اُن کے ذکر خیر
سے اعراض کیا شاید اس کا سبب یہ ہو کہ حق کا فروغ باطل کے لئے خطرناک ہے یا ممکن ہے
غض بصر اس لئے بھی کیا گیا ہو۔ کہ جناب خدیجہ ماحصل ایجاد کی ممتاز اور چاہیتی بی بی ہونے
کے علاوہ خیر الخواتین سیدۃ النساء جنۃ (حوریۃ الانسیہ) طاہرہ معصومہ عظمیٰ بضعۃ الرسول فاطمۃ
زہرہ صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہا کی مادر گرامی بھی ہیں۔ دنیا نے بہزار مصالح جن کی قدر و منزلت کو

خلاف وقت مجھے سیاست جانا۔ تھوڑا عرصہ ہوا مجھسے جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کے متعلق کچھ سوالات کئے گئے تھے۔ جن کو مدنظر رکھتے ہوئے حدمۃً للدین اکتسابًا للثواب نہایت ایجاز اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے سان محترمہ کے بعض حالات و مناقب کتب معتبرہ سے قلمبند کئے تاکہ اہل دل کو معلوم ہو جائے حقیقت کیا ہے اور دنیا کس رنگ پر چل رہی ہے اس رسالہ میں بعض ضروری امور کا زیادہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ اگر حضرت زمانہ اپنے عوائق کی فوج سمیت آڑے نہ آئے تو اس کا دوسرا حصہ کسی مختصر اور جامع رسالہ کی شکل میں ارباب ایقان کی خدمت میں پیش ہوگا جس میں باقی امور کسیقدر تصریح سے بیان کئے جائیں گے۔ وما توفیقی اِلّا باللّٰہ العَلِیّ العظیم۔

(الواثق باللہ العزیز القوی محمد نقی الراجی بلطف ربہ الخفی والجلی بالنبی والعلی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الکبیر المتعال علی کل الکائنات الذی یعلم عجیج الوحوش فی الفلوات و افعال العبادی فی الخلوات وتغیر النبات واختلاف النینان فی البحار الغامرات وتلاطم الماء بالریاح العاصفات نحمدہ ولا نحصی انشاء علیہ وانہ المستحق لجمیع المحامد فی کل الحالات وافضل السلام والصلوۃ علی نجیہ وخلیلہ وسفیرہ محمد ن المؤید باکمل المعجزات الظاہرات والآیات النبیات والہ الذین عصمھم اللہ من جمیع المعاصی والمنکرات وشرفہم علی سائر المخلوقات الاسید السادات باعث ایجاد الکائنات واصحاب ذوی السعادات والخیرات والبرکات بحسب تعاقب الآنات ودوام الارضین والسموات لعنۃ اللہ علی اعدائھم اہل الجہالات والضلالات اللھم عذبہم عذابا غلیظا شدیدا فی الدرکات۔

امابعد۔ اعوذ باللہ من الشیطان اللعین الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب ام المومنین خدیجہ سلام اللہ علیہا اسلامی دنیا کی نگاہ میں کسی تعارف و شناسائی کی محتاج نہیں آپ کے فضائل و مناقب میں کسی مسلم فرقے نے اختلاف کو جگہ نہیں دی درحقیقت یہ محترمہ ہیں بھی اسی قابل آپ کا سلسلہ نسب پیغمبرؐ سے قصی بن کلاب پشت میں متحد ہوتا ہے ان کے والد خویلد بن اسد اور ماں فاطمہ بنت زائدہ تھیں۔ ام ہندہ آپ کی کنیت تھی۔

زمانہ جاہلیت میں ان کو طاہرہ بھی کہتے تھے قدرت نے اس فال زبان کا ایسا پاس کیا کہ طاہر کے عقد میں دیکر اس صفت کے واقعی مرکز ناز کو ان کے آغوش میں پرورش کرا کے ام طاہرہ جیسی پاکیزہ کنیت سے بھی مشرف فرمایا یعنی آپ طاہرہ زوجہ ام طاہر ہیں اگر میں آیہ تطہیر میں ازواج کو حصہ دار سمجھتا ہوتا اور اس کا ذیل غیر معصوم افراد کی بھی گنجائش رکھتا ہوتا

توقبل نزول آیہ تطہیر ہی انہیں اسکا بہترین مصداق قرار دیتا۔ ولادت تقریباً ۵۵۵ء میں
ہوئی وفات بعثت کے دسویں سال ماہ رمضان المبارک میں ۶۵ سال کی عمر میں مکہ معظمہ
میں واقع ہوئی شافع روز محشر بنفس نفیس اُن کی قبر میں اُترے اور دعاء خیر کے بعد مقبرہ حجون
میں دفن کیا یہ کس کے نصیب جو اُن مقدس ہاتھوں سے سپرد خاک ہو کیا ملائک و حوران جنان
نے کسی شاندار تشیع میں کسر اُٹھا رکھی ہوگی۔ نہیں اور ہرگز نہیں اُس خطہ خاک کی تقدیر جسکو
پیغمبر صادق و امین کی امانت داری کا شرف حاصل ہوا حضرت نے اس سہیم زندگی کو
رحمت الٰہی کو تفویض کرنے کو تو کر دیا مگر دل کا خدا حافظ تھا۔

نصب و حسب کے متعلق مورخین کی رائے

بود خدیجہ رضی اللہ عنہا زن فاضلہ عاقلہ حازمہ نسب عالی و مال وافر و ثروت
مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۰ فخر المطابع جناب خدیجہ ایک صاحب فضل و دانشمند و ہوشیار
صاحب نسب عالی و مال کثیر عورت تھیں وکانت خدیجہ تاجرۃ ذات شرف و مال کثیر
تبعث بہا الی الشام فتکون کعامۃ عبر قریش کانت تستاجر الرجال و ترفع الیہم
المال مضاربۃً جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا صاحب شرف و دولت ایک تاجرہ تھیں جب
تجار کا قافلہ شام کو جاتا تھا تو اس میں صرف جناب خدیجہ کے مال سے لدے ہوئے اونٹ اتنے
ہوتے تھے جتنے تمام تجار قریش کے ہوتے تھے آپ اپنا مال لوگوں کو تجارت کے لئے مضاربۃً دیا کرتی
تھیں تاریخ طبقات ابن سعد۔ و ابن ہشام وغیرہما۔ ارباب فہم خود اندازہ کر سکتے ہیں جس مخدومہ
کی پیغمبر کے نکاح میں آنے سے پہلے مندرجہ بالا و ذیل حیثیت و حالت ہو بعد کو نکاح کیسے ہونا
چاہیئے صاحب مدارج النبوۃ تحریر فرماتے ہیں خدیجہ بود صاحب عقل کامل و حزم و کفایت و فہم
کیاست و از جملہ اشراف و انسب نساء قریش و مال وافر و ثروت و جمیع اشراف قریش حریص
و مولع بودند بر نکاح وے و خطبہ کردہ بودند و خدیجہ رضی اللہ .... قبول نہ کرد مدارج ص ۳۵ سطر
جلد ۲ جناب خدیجہ صاحب عقل مزاج حلیم و فہیم مستقیم و زیرک شریف طبیعت و انسب
نساء قریش اور مالک مال کثیر تھیں اشراف قریش آپ سے نکاح کے طامع و متمنی تھے خطبہ
بھی کیا تھا مگر جناب خدیجہ نے نامنظور فرمایا۔

پیغمبر خدا سے اُن کا عقد

ایک روز جناب خدیجہ نے خواب میں دیکھا کہ فضائے آسمانی نورانی ہو گئی اور ایک ضیا بار تیز کرنیں ڈالنے والا آفتاب اوج فلک سے اُتر کے اُن کے آغوش میں آیا پھر اُوسی گھر سے اُس کی نورانیت کائنات کے ذرہ ذرہ کو محیط ہو گئی ورقہ آپ کے چچازاد بھائی اُس زمانہ کے ایک (بڑے) عالم و متقی تھے اُن سے جناب خدیجہ نے اپنا خواب بیان کیا انہوں نے چھوٹتے ہی یہ تعبیر دی کہ تم کو زوجیت پیغمبر آخرالزماں کا شرف عنقریب حاصل ہو گا۔ اُسی زمانہ میں جناب خدیجہ کو تجارت کے لئے ایک امین کی ضرورت تھی اس وقت ابن عبداللہ صاحب امانت و دیانت کی شہرت حدود آفاق سے متجاوز ہو چکی تھی اور غلغلہ راستی و حق پرستی اکناف عالم سے گذر چکا تھا۔ آوازۂ صداقت و انصاف احمدی ہر کہ ومہ کے گوش زد ہو چکا تھا۔ خدیجہ کی بھی نگاہ انتخاب نے ان ہی کو چنا ایک شخص کو حضرت کی خدمت قدس منزلت میں بھیجا کہ آپ میرا مال تجارت کے لئے شام وغیرہ لیجائیں خداوند عالم برکت عطا فرمائے گا آپ کو بھی فائدہ ہو گا میں بھی آپ کے طفیل میں سود مند ہوں گی حضرت نے ابو طالب سے مشورہ لے کر اس کو منظور فرمایا خدیجہ نے اپنے غلام میسرہ اور رشتہ داروں میں سے خزیمہ کو ہمرکاب سعادت انتساب کیا جب حضرت بصرہ پہونچے نسطورا راہب کے صومعہ میں ایک بے برگ و بار خزاں دیدہ طول زمانہ کا ممنون احسان درخت۔ بزبان حال بے ثباتی دنیا کی داستان کہہ رہا تھا آنحضرت اُس کے نیچے جلوہ افروز ہوئے قدوم میمنت لزوم کی آبیاری نے پلٹے ہوئے شباب زلیخا کا منظر آنکھوں کے سامنے پیش کیا نسطورا درخت کو سبز و شاداب دیکھکر حاضر بارگاہ شرافت پناہ ہوا وہ جانتا تھا کہ اس درخت کے سایہ میں پیغمبر کے سوا کوئی دوسرا نہیں بیٹھ سکتا نیز اُس درخت کے لباس نو پہننے سے سمجھا کہ شجر نبوت بھر ہرا ہونے والا ہے آپ کے سراپا پر حیرت سے متجسّس نظر ڈالنے کے بعد عرض کی آپ کو لات و عزیٰ کی قسم ارشاد ہو آپ کون ہیں اور آپ کا اسم مبارک کیا ہے یہ سنتے ہی حضرت کا چہرہ متغیر ہوا فرمایا کہ ثکلتک امک تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھی میرے سامنے سے دور ہو جا مجھے عرب کی بول چال میں اس فقرہ سے بدتر کوئی فقرہ نہیں معلوم ہوتا نسطورا کے ہاتھ میں آئینہ دار جمال احمدی ایک صحیفہ تھا اُس کو دیکھتا تھا

جاتا تھا اور کہتا تھا جناب عیسیٰ پر انجیل نازل کرنے والے خدا کی قسم یہ وہی ہیں جن کی بشارت جناب عیسیٰ دے گئے ہیں القصہ حضرت نے بصرہ میں مال فروخت کیا دوگنا نفع ہوا اہل قافلہ کو بھی حضرت کی برکت نے محروم نہ رکھا وہ لوگ بھی معمول سے زیادہ بہرہ مند ہوئے اسی سبب سے بعض[1] اہل مکہ حضرت کی معیت کو ایسے موقع پر غنیمت سمجھا کرتے تھے حضرت نے اس سفر سے مراجعت فرمائی دوپہر کے وقت سرحد مکہ میں قدم رنجہ فرمایا عنقریب طلوع کرنے والا شمس نبوت اپنے پورے جاہ وجلال سمیت نصف النہار پر تھا حسن اتفاق سے جناب خدیجہ اُس وقت اپنے مکان کی چھت پر تھیں یک بیک چشمہ عرفان کی دُھلی ہوئی نگاہ حقیقت آشنا سامنے آتے ہوئے معصوم جاہ وجلال پر پڑی آپ نے مشاہدہ کیا۔ کہ اس رشک سلیمان پر دو طائر اپنے پروں کا سایہ کیئے ہوئے ہیں یہ منظر حسین دیکھکر اُن پر بہت سے رموز حقیقت منکشف ہوئے کمال اقتدار احمدی یعنی حضرت کی سچی محبت نے جناب خدیجہ کے توحید فضا قلب میں جگہ کی اور جناب خدیجہ کے دل نے منظر جمال حقیقی کو اپنا قبلہ بنالیا جناب خدیجہ کی عمر اور ان کی گذشتہ زندگی کالائحہ عمل ان کی بے لوث محبت پر شاہدین عدلین ہیں یہ ماجرا دیکھکر ہی جناب خدیجہ کا دل حقیقت و اصلیت کو پہونچ گیا تھا غلام سے سرگذشت سفر سنکر ایک اور ہی عالم ہوگیا دریائے محبت میں تموج پیدا ہوا حیات ماضیہ و شرافت ذاتیہ اُن کے ضمیر کے آئینہ دار ہیں کون عقل کا اندھا اور دانش کا کور یہاں کسی دنیاوی لگاؤ کی جھلک پاسکتا ہے لاریب سچی اور حقیقی محبت اور پاک جذبات تھے جس نے جناب خدیجہ کو بے چین کیا حصول مقصد کی تدبیریں ہونے لگیں۔ نفیسہ منت منبہ کو اپنا ہمراز بنا کر سرور کائنات کی خدمت فلک رفعت میں یہ دیکھنے کے لئے بھیجا کہ حضرت عقد کی طرف ملتفت بھی ہیں یا نہیں وہ عورت حاضر خدمت ہوئی شادی کا کچھ ذکر چھیڑ کے عرض کرنے لگی یا حضرت آپ عقد کیوں نہیں کرتے کون امر آپ کو مانع ہے ارشاد ہوا میرے پاس اتنا سرمایہ نہیں جو ان اخراجات کا متحمل ہوسکے اس نے عرض کی اگر کوئی عورت صاحب مال وجمال جو آپ کے ان مصارف میں معین و کفیل ہو پیدا ہو تو آپ اُن سے عقد کریں گے۔

---

[1] مثل ابوبکر وغیرہ یہ اسی غرض سے ساتھ رہا کرتے تھے جیسا تواریخ سے ثابت ہے۔

حضرت نے پوچھا کہ ایسی کون عورت ہے اُس نے عرض کی وہ خدیجہ ہیں آپ سے عقد کی آرزو مند ہیں۔ حضرت نے بخوشی دل وطیب خاطر اسے منظور فرمایا شاید کوئی یہ خیال کرے کہ حضرت نے مال دار بننے کی تمنا میں اس عقد کو قبول فرمایا۔ مگر یہ امر پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا اس لئے کہ اگر حضرت نے حب جاہ و مال کی وجہ سے یہ عقد کیا ہوتا تو تھوڑی مدت میں تمام مال و اسباب راہ خدا میں صرف کر کے غربت کی زندگی نہ بسر کرتے یہ امر اول دلیل ہے کہ وہ دل مال کا لالچی نہ تھا صفحات تاریخ اس پر کافی روشنی ڈالتے ہیں فمن شاء التوضیح فلیرجع ثمہ وہ عورت شاداں و فرحاں جناب خدیجہ کے پاس آئی حصول مراد و نیل مرام کا مژدۂ جاں فزا سنایا سرور انبساط کی لہریں جناب خدیجہ کے دل میں پیدا ہو کر دامن تمکین و بردباری میں جذب ہو گئیں۔ اے خدیجہ آپ کو اس سعی پنہاں میں نمایاں کامیابی مبارک محترمہ علیا نے اپنے چچا عمر بن اسد کو عقد کے لئے بلایا اور آنحضرت اپنے چچا ابو طالب جناب حمزہ و دیگر مشائخ قریش و روسائے مصر کے ساتھ جناب خدیجہ کے مکان پر رونق افزائے محفل نشاط و بزم انبساط ہوئے۔ جناب ابو طالب نے ایک خطبہ بلیغ پڑھا جس کا ترجمہ ضیافت طبع ناظرین کے لئے حوالہ قلم کیا جاتا ہے **خطبہ**[1] اس خدا کی حمد و ثنا ہے جس نے ہم کو اپنے خلیل (جناب) ابراہیم اور اپنے ذبیح (جناب) اسماعیل کی نسل میں قرار دیا اور ہم کو اپنے گھر کا نگہبان اور اپنے حرم کا پیشوا بنایا اور وہ گھر ہم کو (حفاظت کے لئے عطا فرمایا جس کی زیارت کو لوگ اطراف و جوانب سے جوق جوق آتے ہیں اور وہ حرم (پاسبانی کے لئے) بخشا جس کا داخل ہونے والا امن و امان میں رہتا ہے (ہزار ہزار شکر) اس نے ہم کو اور لوگوں پر حاکم بنایا۔ اما بعد میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ وہ ہیں جن کا قریش میں کوئی ہمسر نہیں ہو سکتا) البتہ مال دنیا نہیں رکھتے (تم یہ لوگ یہ بھی سمجھ لو مال دنیا کیا چیز ہے) ایک ڈھلنے والی چھاؤں ہے میرا بھتیجا جاہ و اقبال لازوال کا مالک ہے تم لوگ ہم سے ان کی قرابت و نزدیکی کو خوب جانتے ہو وہ خدیجہ بنت خویلد سے اپنا

---

[1] کور باطن دیکھیں کسی کافر کی زبان ایسے الفاظ سے آشنا ہو سکتی ہے کیا ادعائے نبوت سے قبل ہی اقرار رسالت کی جھلک اس میں نہیں نظر آتی (تم پھر کیوں ابو طالب کو کافر کہا جاتا ہے صرف علی علیہ السلام کا باپ ہونے کی وجہ سے یا پیغمبر کی خبر گیری اور کفالت کے سبب سے؟

عقد کرنا چاہتے ہیں اور بیس شتر (مایہ) بہرے مال سے انہوں نے مہر قرار دیا ہے. خدا کی قسم اسکے
بعد اُن کی شان بڑھے گی اور ان کا امر جلیل ہوگا گو فی الحال وجاہت دنیا نہیں رکھتے مگر اُن کا
عظیم الشان مستقبل قابل دید ہوگا یعنی خاتمیت نبوت کا تاج اسی سر پر سجے گا (اللہ ری ابو
طالب تمھاری نظر کی حقیقت رسی و دقیقہ سنجی مگر تمھاری اس بصارت سے ایک زمانہ اندھا
ہے) پھر ورقہ نے خطبہ حسب ذیل پڑھا خطبہ اس خدا کے لئے تعریف سزاوار ہے جس نے ہم کو
(اے ابوطالب) ویسا ہی بنایا جیسا تم کہتے ہو۔ اور ویسی ہی ہم کو فضیلت دی جیسا تم نے
ابھی ذکر کیا (بیشک) ہم تمام عرب کے سردار ہیں اور تم (مذکورہ بالا) خصلتوں اور فضیلتوں کے
اہل و مالک ہو کوئی قبیلہ تمھارے شرف کا انکار نہیں کر سکتا اور کوئی شخص تمھارے فضل و شرف
کو رد نہیں کر سکتا میں اس عقد سے بہت شاد و مسرور ہوں۔ اے قریش تم گواہ رہنا میں نے
اپنی بہن خدیجہ کو محمد بن عبداللہ کی زوجیت میں دیا۔ جناب ابوطالب نے فرمایا ورقہ میں چاہتا
ہوں تمھارے چچا بھی اس نکاح میں خطبہ پڑھیں یہ سنکر عمر بن اسد کھڑے ہوئے اور کہا اے قریش
تم گواہ رہنا میں نے خدیجہ بنت خویلد کو محمد بن عبد اللّٰہ کی زوجیت میں دیا طرفین سے ایجاب و
قبول ہوا [1] وقت تو اس کا تھا کہ مدح کے پھولوں کا کوئی خوشنما سہرا خدمت مسند آرائے سریر
کتخدائی میں پیشکش کرتا مگر جمال جہاں آرا و روئے نوشاہ ہر سجاؤ سے مستغنی۔ ہر بناؤ سے بے
نیاز ہے صرف ہدیہ تہنیت و تبریک پر اکتفا کرکے (اگر قبول افتد زہے عز و شرف) نفس مضمون
کی طرف آتا ہوں۔ یہ روز وقت سعید ۲۵ سنہ عام الفیل کی رشتہ تقدیر میں قدرت کیطرف
سے منسلک ہوا تھا مبارک ہیں وہ آنکھیں جو نیک بختی سے اس حسین و جمیل منظر کا تماشہ
کر رہی ہیں خوشا وہ دل جو اس اقتران سعدین سے خوش تھے۔ آخرکار بزم بعد ادائے مراسم ضروریہ
اپنے اپنے مکان کو رخصت ہوئے جناب خدیجہ نے آنحضرت سے عرض کی آپ اپنے چچا سے فرمائیں
وہ آپکے اونٹوں میں سے ایک اونٹ ذبح کرکے لوگوں کی دعوت ولیمہ کریں۔

خود جناب رسالتمآبؐ بھی اس عقد سے بہت خوش ہوئے پیغمبر باایں وصلت شادماں شد
حضرت اس پیوند سے بہت خوش ہوئے مدارج۔ پیغمبر اس اقلیم سعادت و نجابت کی تاجدار

---

[1] روضۃ الاحباب و روضۃ الصفا و مدارج النبوۃ

بی بی کی شرکت حیات سے بہت محفوظ و مسرور ہوئے افتخار محترمہ و متاع جناب خدیجہ نے پیغمبر کو (اس وقت) غنی بنادیا اسکو جناب باری عزاسمہ نے پیغمبر سے مقام امتنان میں یوں بیان فرمایا (و وجدک عائلاً فاغنیٰ اے پیغمبر اُس وقت کو یاد کرو) جب تم کو تم نے تنگ دست دیکھا خدیجہ کا مال تم کو دلوا کے غنی بنادیا۔ مزید اطمینان کے لئے تفسیری حوالہ بھی حاضر ہے ووجدک عائلاً فاغنیٰ لے اغناک من مال خدیجہ اُس نے تم کو نادار پایا خدیجہ کے مال سے تونگر بنادیا تفسیر علامہ ابی السعود صے۴۸۲ حاشیہ کبیر مصر و تفسیر کبیر اور پایا تم کو مفلس اور بے خرچ پھر دولت مند کیا بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال سے موضح القرآن صفحہ ۱۶ اجز ۳۰ سطر ۱۰ جناب خدیجہ کی بھی کیا مبارک ہستی تھی گو زوجہ اپنے مال کی خود مالک ہوتی ہے۔ مگر قدرت نے صاف بتادیا کہ خدیجہ اُن عورتوں میں نہیں جو اپنے مال کو اپنا مال سمجھے ہم خود مال خدیجہ کو اپنے پیغمبر کا مال سمجھتے ہیں جناب خدیجہ نے کبھی یہ خیال بھی نہ فرمایا کہ یہ میرا مال ہے ان حق بین و دقیقہ سنج آنکھوں میں استغنائے الفت وحقانیت نے لعل و جواہر کا کوئی وزن نہ رکھا تھا اسی سبب سے اس روشن ضمیر مخدومہ نے ہمیشہ اپنا مال پیغمبر کا سمجھا یروی انہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دخل علی خدیجۃ وھو مغموم فقالت لہ مالک فقال الزمان زمان قحط فان انا بذلت المال ینفد مالک فاستحی منک خان لم ابذل اخاف اللہ فدعت قریشا وفیہم الصدیق فقال الصدیق فاخرجت ونانیر حتی وصبتہا بلغت مبلغا لم یقع بصری علی من کان جالسا قدامی ثم قالت اشھدوا ان ھذا المال مالہ ان شاء فرقہ وان شاء امسکہ۔

ایک روز پیغمبر خدا جناب خدیجہ کے پاس محزون و مغموم تشریف لائے (رنجیدہ دیکھکر) جناب خدیجہ کا دل بےچین ہوگیا) عرض کی یا حضرت کیوں آپ پریشان خاطر کیوں ہیں ارشاد ہوا۔ کیا کہوں آج کل کال پڑا ہوا ہے قحط کا زمانہ ہے (مخلوق پریشان حال ہے) میں متردد ہوں کیا کروں کیا نہ کروں اگر مال تقسیم کرتا ہوں تو یہ ختم ہو جائے گا تم سے میری آنکھیں نیچی ہونگی اور اگر ان لوگوں کی خبر گیری نہیں کرتا تو خدا کا خوف معلوم ہوتا ہے (یہ سنکر) جناب خدیجہ نے قریش کو جمع کیا ان میں ابوبکر بھی تھے صدیق کہتے ہیں جناب خدیجہ نے اشرفیاں نکال کر

اتنا ڈھیر لگا دیا کہ جو لوگ میرے سامنے بیٹھے تھے وہ نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے[۱] پھر خدیجہ نے قریش سے مخاطب ہو کر فرمایا تم سب گواہ رہنا تمام مال ان کا (محمدؐ) مال ہے یہ مالک و مختار ہیں۔ چاہیں صرف کریں چاہیں رکھیں تفسیر نیشاپوری جزو صہ۱۱۱ سطر ۱۱ حاشیہ جریر طبری مطبوعہ مصر و تفسیر کبیر صہ۴۲۶ حث سطر ۹ آپ کی سیرت دیگر عورات کیطرح اپنی مقبوضات پر نازاں نہ تھیں آپ نے حسب نسب و مال کو کبھی جتایا نہیں جو قلزم نسوانیت کی مخصوص موجیں ہیں آپ کی بیاض حیات کا ہر ہر ورق سبق آموز ہے بلکہ ہر ہر لفظ و نقطہ آپ کی پاکیزہ سیرت کا فسانہ امت محمدؐ کے لئے بہترین دستور العمل دائمیں زندگی ہے اپنا تمام مال و منال نبی خدا پر تصدق کر دیا اور خود فقیرانہ زندگی شگفتہ دلی کے ساتھ اُس معیت جمیل میں بسر کی یوثرون علی انفسہم ولو کان بھم کے نزول سے قبل ہی عمل سے سرفراز ہوئیں حضرت خدیجہ بہت مالدار تھیں جب ان کا نکاح حضرت سے ہوا تو اپنا سب مال حضرت پر اٹھایا عورتوں میں سب سے پہلے وہی ایمان لائیں اور حضرت اُن سے بہت راضی رہے ہے تحفۃ الاخبار صہ۱۲۵ سطر ۴ تا ۵ مطبوعہ لکھنؤ:۔

نبوت سے قبل ہی جناب محمدؐ کا نبی۔ آخر الزماں ہونا ان کے قلب پر نقش کالحجر تھا جیسا کہ یہ مختصر حالات زندگی بھی۔ اُن کو بخوبی ثابت کرتے ہیں یہ ہی وجہ تھی کہ نبوت کی خبر معلوم ہوتے ہی کمال اعتماد کے ساتھ خاتمیتؐ کی گواہی دیدی[۲] (ورنہ بڑے بڑے سورما وغیرہ وغیرہ) تمام اسلامی فرقہ اس مطلب پر متفق ہیں کہ زیور اسلام سے آراستہ ہونیوالی عورتوں میں سب سے پہلی جناب خدیجہ ہیں یقیناً اپنی اصناف میں شمع افروز بزم رسالت کا پہلا پروانہ آپ ہی ہیں یہ وہ ہی مخدومہ ہیں جنہوں نے ایک زمانہ تک تمام قریش کی مخالفت رضا جوئی پیغمبرؐ کے عوض مول لے لی تھی اور اتنی مدت میں آنکھ میں میل نہ آیا کبھی کسی امر میں پیغمبرؐ سے کوئی شکوہ و شکایت آپ نے نہ کی جو عام عورتوں کا دستور ہے، نہ کبھی کسی امر میں پیغمبر سے ناراضگی کا

---

[۱] ایک مشہور مالدار کی نگاہوں میں مال کا جچنا اور انکی صدیقیت وغیرہ وغیرہ اس جگہ قابل لحاظ ہے

جناب خدیجہ کے خلوص پر یہ واقعہ بہترین سند ہے [۲] ورنہ ہم کو بہت سی ایسی ہستیاں نظر آتی ہیں جو بڑی کد و کاوش کے بعد خوف جان سے اسلام لائیں پھر بھی شرک و شک سے نجات نہ ملی ۱۲ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

اظہار کیا۔ حق یہ ہے اس امر کا وقوع ہو کیونکر سکتا تھا پیغمبر سے تساہل محال اور خدیجہ حقیقت اشنا پھر شکوہ کا ہے کا اور شکایت کیسی اگرچہ تاریخ و حدیث میں بعض ازواج کے لئے ایسے واقعات پائے جاتے ہیں مگر ہمیں انتہائے خلوص و یگانگت پر محمول کرنے کے سوا نکتہ چینی کا حق نہیں چھوٹا منہ بڑی بات) مثلاً ام المومنین عائشہ پیغمبرؐ سے بارہا ناراض رہا کرتی تھیں[۱]

عن عائشہ قالت قال رسول اللہ انی لاعرف غضبک و رضاک قالت قلت کیف تعرف ذالک یا رسول اللہ قال انک اذا کنت راضیۃ قلت بلیٰ و رب محمدؐ واذا کنت ساخطۃ قلت لا و رب ابراھیمؑ قلت اجل لست اھاجر الا اسمک بخاری جزء ۴ صفحہ ۳۹ سطر ۱۳ تا ۱۵

عن عائشہ قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انی لاعلم اذا کنت عنی راضیۃ واذا کنت علی غضبی قالت فقلت ومن این تعرف ذالک قال اذا کنت عنی راضیۃ فتقولین لا و رب محمدؐ واذا کنت علی غضبی قلت لا و رب ابراھیم قالت قلت اجل و یا رسول اللہ ما اھجر الا اسمک صحیح مسلم صفحہ ۳۳۴ گفت رسول اللہ من میدانم اے عائشہ تو از من گاہے درخشمی گفت۔ یا رسول اللہ از کجا میدانی فرمود چون خوشنود می باشی سوگند می خوری و میگوئی۔ لا و رب محمدؐ و چوں خشمناک می باشی می گوئی لا و رب ابراہیم گفت (لیک) ما اھجر الا اسمک۔

عائشہ کہتی ہیں ایک مرتبہ پیغمبر نے مجھ سے فرمایا میں خوب جانتا ہوں جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو عائشہ کہتی ہیں میں نے کہا آپ نے کہاں سے جانا[۲]۔ آپ نے فرمایا جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو اور کسی بات میں قسم کھاتی ہو تو کہتی ہو۔ لا و رب محمدؐ اور جب ناراض ہوتی ہو اور کسی بات میں قسم کھاتی ہو تو لا و رب ابراہیم (غنیمت ہے جناب ابراہیم ہی کا نام لیتی تھیں ورنہ پیغمبر کے نام سے بیزار ہونے والے[۳] کے لئے یہ کیا چیز ہے

---

[۱] اور شاید ناراضگی کا سبب صرف جناب خدیجہ کا تذکرہ وغیرہ ہو جیسا یہ سلسلہ ثابت کرے گا ۱۲۔

[۲] پیغمبر کا قیاس ہے جو اجتہاد کی بازار میں کا سد نہ ثابت ہوا ورنہ اجتہاد پیغمبرؐ کو کبھی سزاوار ہوا اپنی عمر میں حضرت نے معاذاللہ چند مرتبہ اجتہاد کیا مگر خطا ثابت ہوئی اور قدرت کے مواخذہ بھی کیا یہ چیز تو پیغمبر کے بعد خوب سرسبز ہوئی ۱۲۔ [۳] آپ کی عادت مستمرہ ہے جب یہ کسی سے ناراض ہوتی تھیں تو نام لینا ترک فرما دیا کرتی تھیں جیسا کہ علی علیہ السلام کے نام لینے میں آپ نہایت احتیاط سے نام لیا کرتی تھیں۔

اور کسیکا نام لینا کیا بعید تھا) میں نے عرض کی یا حضرت بات تو یوں ہی ہے مگر میں ناراضگی میں
خدا کی قسم آپ کے نام کو چھوڑ دیتی ہوں (مبارک مبارک اے امیر المومنین این کار از تو آید" ایسا
ہی چاہئے بھی تھا کیونکہ پیمانہ سے تجاوز کردہ خلوص یوں ہی چھلکتا ہے) صحیح مسلم و مدارج
النبوۃ ص ۵۵۶ سطر ۳ تا ۵۔

بظاہر ام المومنین جناب عائشہ غصہ میں تقیہ کر لیا کرتی تھیں جو دل کی بات منہ پر لانا
یعنی زیب دہ ناصیہ عرش نام محمد مصطفٰے اپنی زبان اقدس لانا گوارا کرتی تھیں[1] - اور اگر
سچ پوچھئے تو شایان اخلاص بے حد بھی یہی تھا چونکہ اس مقام اخلاص تک جناب خدیجہ
کے مراتب نہ پہونچے تھے لہذا ۲۵ برس میں اس قسم کے واقعات رونما نہ ہوئے حلوا خوردن)
پیغمبر کی محبت جناب خدیجہ کے دل اور نام و تذکرہ اُن کے زبان کی رونق تھا اور جناب
خدیجہ حضرت سے ناراض ہو کے کہاں رہتیں کیونکہ حضرت رحمۃ اللعالمین تھے) کبھی حجاب
بارگاہ رسالت میں ذرہ برابر فرق نہ آنے دیا گو جناب خدیجہ کو پیغمبر سے اور حضرت کو اُن سے
پوری پوری محبت تھی مگر اُن کے سوانح میں بعض ایسے واقعات کی جگہ خالی ہے جن سے
کمال اخلاص ثبوت کو پہونچتا ہو مثلاً جناب محمد مصطفٰے ایک مرتبہ عائشہ سے (شرط کر کے) دوڑے
کہاں حضرت رسالت مآب اور کہاں ام المومنین کا ماشاء اللہ بچپنا یا جوانی ام المومنین عائشہ
نے بالا جیت لیا (غالباً حضرت کو یہ بات یاد رہی اور آج کی گھاٹ دل میں لئے رہے) جب
دوسری مرتبہ پھر دوڑ ہوئی تو اب کی مرتبہ امیر المومنین عائشہ رہ گئیں (تو حضرت نے (معاذ اللہ)
فرمایا ھذہ بتلک لو اب ہم اور تم دونوں برابر ہو گئے (شاید امیر المومنین نے پہلی بار کا طعنہ
دیا ہوگا) پہلے تم جیتیں اب کی ہم نے تم کو ہرا دیا ملاحظہ ہو احیاء العلوم الدین غزالی دیگر

---

[1] معلوم ہوتا ہے قسم ام المومنین کا تکیہ کلام بھی چنانچہ اس واقعہ میں ایسی ہی بمقتضای العادۃ کالطبیعہ
الثانیہ (والعیاذ) زبان سے نکل ہی گیا فافہم غالباً آیہ لا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ام المومنین عائشہ نے
نہ سنی ہوگی یا اتخذوا ایمانکم جنۃ پر کاربند تھیں [2] معلوم ہوا خفگی میں ام المومنین تقیہ کیا کرتی تھیں جو
ما فی الضمیر سے زبان آشنا نہ کرتی تھیں ۱۲۔

ازواج میں ایسے پاکیزہ خلوص کے واقعات نادر نہیں معدوم ہیں[۵] نہ معلوم کیا شے ایسے امور کے فقدان کا باعث ہے ذٰلک فضل اللّٰہ الآیۃ فی الحقیقت ایسے محترم حقائق کے لئے قسمت چاہئے گو جناب خدیجہ کے لئے سب باتیں تھیں مگر اس خلوص تک رسائی کے لئے ایک خاص تقدیر کی ضرورت تھی جس سے وہ بحمد اللہ وہ محروم تھیں پیغمبر کی جناب خدیجہ سے محبت حبیب کبریا اس بیاہتا بی بی کو اس قدر چاہتے تھے کہ دنیا کے تمام مصائب ایک طرف اور جناب خدیجہ کے چہرہ پر ایک نظر محبت آمیز ایک سمت دنیا کا کوئی غم ہو اپنی اس جان نثار خوشہال بی بی کی شکل دیکھ کر غلط ہو جاتا تھا جو کچھ تکلیف و صدمات مکذبین رسالت و کفار قریش سے آپکو پہنچتے تھے جب گھر تشریف لاتے اور جناب خدیجہ کو دیکھتے تھے سب اذیتیں فراموش ہو جاتی تھیں مدارج ص۵۴۰ جب۲ درد و رنج و الم پیغمبر کے لئے دیدار جناب خدیجہ ہمیشہ دوا تھا اور جناب خدیجہ کی تبسم شیریں کے ساتھ چہرہ مبارک پیغمبر پر ایک نگاہ خنداں حضرت کے درد کش دل کی تسکین کا باعث ہوتی تھی گویا جناب خدیجہ کی ذات والا صفات وہ ذات ہے جس نے تا حیات پیغمبر کو روحانی و جسمانی تکالیف سے تا امکان بچایا ورنہ ہم کو ایسی بیبیاں بھی ملتی ہیں جو روزانہ پیغمبر کے لئے نت نئے افکار و مصائب فراہم کرتی رہتی تھیں (فتدبر) جناب سرور عالم کو بھی اپنی اس محبوبہ بی بی کا پاس خاطر اتنا تھا کہ جب تک آپ زندہ رہے کبھی حضرت نے دوسرے عقد کا خیال بھی نہ فرمایا۔ اگرچہ خدیجہ کے اخلاق فاضلہ یہاں بھی ان کا ساتھ نہ چھوڑتے اور پیغمبر اگر دوسرا عقد کر لیتے بھی تو جناب خدیجہ کی طرف سے کوئی ایسا امر ہویدا اور ظاہر نہ ہوتا جو آنحضرت کی ایذا کا سبب بنتا مگر خود رحمۃ للعالمین نے یہ گوارہ نہ فرمایا (اللّٰہ دری اُلفت) عن عائشہ قالت لم یتزوج النبی علی خدیجۃ حتی ماتت ام المومنین عائشہ کہتی ہیں پیغمبر نے خدیجہ کی حیات میں کوئی دوسرا عقد نہیں کیا مسلم ص۳۳۴ جب۲ مطبوعہ دار الکتب العربیہ الکبریٰ مصر سطر۳ مدارج وغیرہ (یہ شرف دنیا میں سوائے خدیجہ اور ان کی نور نظر میوہ دل جناب معصومہ اور کسی کو میسر نہیں ہوا) جناب خدیجہ کے عادات جمیلہ و فضائل پسندیدہ نے حضرت کو پورے طریقہ سے اپنی طرف

---

[۵] جن ازواج سے ام المومنین کو زیادہ خوف تھا کہ شاید پیغمبر انکی طرف ملتفت ہوں انکا کافی انتظام کر چکیں تھیں مثل ماریہ قبطیہ یہاں پیغمبر نے تقیۃً عجب عہد و پیمان کئے دیکھو تفسیر سورہ تحریم اور شاید جناب خدیجہ ضعیفہ ہونیکی وجہ سے اتنا خلوص ظاہر نہ کر سکتیں۔ ۱۲۔

مائل کرلیا تھا۔ اسی سبب سے حضرت کو جناب خدیجہ سے اتنی دلبستگی تھی ورنہ صرف پیاری صورت پیغمبرؐ کا دل لبھانے میں بے اثر اور جمال ظاہر اس بارگاہ میں وسیلۂ عزت و اعتبار نہیں بنتا البتہ حسن کے ساتھ عفت اور صورت کیساتھ سیرت کی جامع ذات کی قدر و منزلت اس نگاہ میں ضرور ہے (جناب خدیجہ کے مراتب اور اُن کے انتقال نے دوپہر کے آفتاب کی طرح روشن کردیئے منہ دیکھی محبت مستند نہیں (حب میں جانوں کہ.....) جناب سرور دوجہان کی زندگی میں حضرت کے لئے وفات جناب خدیجہ بھی وہ سانحہ عظمیٰ ہے جس کی تلافی نہ ہو سکی جب جناب خدیجہ کا انتقال ہوا تھا حضرت کو بیحد رنج و ملال ہوا۔ گوشہ نشینی اختیار فرمائی گھر سے نکلنا کم کردیا جس سنہ میں سے جناب خدیجہ نے انتقال فرمایا اس کا نام (عام الحزن) حزن و ملال کا سال رکھا گیا اس سہیم حیات کے ساتھ خوشگوار زندگی کا مرقع ہر وقت حضرت کے پیش نظر رہتا۔ جناب خدیجہ نے دنیا سے انتقال فرمایا مگر اپنا ذکر و خیال رسالتمآب کی زبان و دل میں چھوڑ گئیں زوجہ کی موت کا خیال علی العموم دوسرا عقد اگر بھلا نہیں دیتا تو کم ضرور کردیتا ہے لیکن یہاں اس کے خلاف ظاہر ہوتا ہے جیسے تحریر ذیل باحسن وجوہ ناظرین کی خدمت میں پیش کرے گی (جس بی بی سے جناب خدیجہ کے بعد حضرت کی انتہائی محبت ثابت کی جاتی ہو وہیں اس مرحومہ محترمہ کے ذکر کو پورا پورا فروغ نظر آتا ہے۔

اصحاب پیغمبر سے اس مصیبت میں جتنی ہمدردی کی ہو اور جس طرح غم بٹایا ہو وہ علیحدہ ہے البتہ ازواج میں ام المومنین عائشہ نے اس میں پورا حصّہ لیا مگر خدیجہ کی یاد اس دل حق مسکن سے نہ نکلنا تھی نہ نکلی قسمت سے جو سعی کی بے سود جو کوشش کی رائگاں جو عنوان اختیار کیا ناکامیاب ثابت ہوا ام المومنین عائشہ جیسی باتدبیر (عورت) جناب خدیجہ کا ذکر خیر صاحب وما ینطق عن الھویٰ کی زبان سے نہ ہٹا سکیں میں نہیں کہتا کہ ام المومنین عائشہ (معاذ اللہ توبہ توبہ) جناب خدیجہ سے جلتی ہوں گی جو پیغمبر سے حسب ذیل گفتگو کی مرتکب ہوئیں بلکہ دنیا کا دستور ہے جس کا تلف شدہ چیز کا مثل و بدل ممکن ہوتا ہے تو ہمدردی کے جذبات رکھنے والے احباب مصیبت رسیدہ سے کہا کرتے ہیں بھائی صبر کرو خدا تم کو اس کا نعم البدل کرامت فرمائے۔ غالباً۔ ام المومنین عائشہ نے اسی نقطہ خیال سے عوام کے پیرائے سے الگ اس مطلب کو

دوسرے لباس میں پیش کیا۔ قالت له صلی الله علیه واله وسلم عائشه یوماً وقد مدح خدیجة ماتذکر من عجوز حمراء الشدقین قد ابدلك الله خیراً منها فغضب رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال (والله) ما ابدلنی الله (عزوجل) خیراً منها امنت بی حین کذبنی الناس وواستنی بمالها حین حرمنی الناس ورزقت منها الولد وحرمته من غیرها ایک روز محبوب خدا جناب خدیجہ کی مدح فرما رہے تھے ام المومنین عائشہ (حمیرا) کو غالباً برا معلوم ہوا) کہنے لگیں (یا حضرت آپ کو کیا ہو گیا ہے یہ کیا آپ (ایک سرخ گلوں والی بڑھیا کا ذکر فرماتے ہیں (آپ کو شرم معاذ اللہ) حالانکہ خداوند عالم نے آپ کو ان سے اچھی بی بی دیدی۔ (اپنے جمال کو پیش نظر رکھکر فرمایا ہوگا) حضرت کو حقیقت کے خلاف یہ خود نمائی بُری معلوم ہوئی غضبناک ہو کے فرمایا (خدا کی قسم جناب احدیت جل شانہ وعزوجل نے مجھے ان سے اچھی بی بی نہیں دی (ان کا کیا مقابلہ) وہ اسوقت مجھپر ایمان لائیں جب اور لوگوں نے میری تکذیب[۱] کی (اور تیروکمان) اور میری مدد اپنے مال سے اُسوقت کی جب (بڑے بڑے مالدار) مجھ سے اپنے مال میں حصہ دار نہ جانتے تھے خداوند عالم نے اُن سے مجھے اولاد کرامت[۲] فرمائی مشارق الانوار ص۲۰ سطر ۵ تا ۲ اسعاف الراغبین ص۸۶ ہے[۳] حاشیہ مشارق مع زیادتی مابین القوسین مطبوعہ مصر دیکھا مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی) اگر ام المومنین عائشہ سکوت ورزی روبہ قرار دیتیں تو ان کے شیشۂ دل پر یہ ضرب نہ لگتی چونکہ ام المومنین عائشہ کی پاسداری ومحبت مخصوص بتائی جاتی ہے بنا علیہ کہنا پڑتا ہے کہ خدیجہ کی محبت پر یہ محبت نثار نظر آتی ہے اس معاملہ میں پیغمبر نے اپنی ایسی لاڈلی بی بی کی بات ٹھکرادی اور مسترد کردی یہ بھی خیال نہ فرمایا کہ میرے اس کہنے سے اُن کے (منے سے) دل پر کیا گذرے گی کاش یہاں بھی تقیہ فرما لیتے اور ام المومنین کی فضیلت کے خیال راسخ کو اُن کے دل میں آباد رہنے دیتے مگر نہیں ایسا نہیں ہو سکتا خدیجہ مرگئی ہیں مگر ان کی یاد زندہ ہے وہ دم کیسا تھا ہے حضرت کی مدح نے جناب خدیجہ کی اتنی قدر افزائی کی

[۱] اور جو کوئی ایمان لے آیا تو اُس کو زدوکوب کرتے ۱۲ [۲] اس وقت تک غالباً ابوبکر پیدا نہیں ہوئے تھے ۱۲ [۳] الطیبات للطیبین لام کا فائدہ اولاد کی شکل میں یہاں رونما ہوا غالباً اس سبب سے حضرت نے کئی مرتبہ اس کو فرمایا۔

کہ اگر ہم حسن ظن سے کام لیں تو رشک ورنہ فی الحقیقت ام المومنین عائشہ کو اُن سے حسد بیفائدہ ہو گیا تھا گو اس میں ام المومنین فی الجملہ معذور ہیں خدیجہ کی مدح وہ بھی پیغمبرؐ کی زبان سے اس کا اثر ایسا ہی ہونا چاہئے تھا (تو دیگر ازواج میں یہ بات کیوں نہ پیدا ہوئی اس کو خدا جانے) چنانچہ خود ام المومنین عائشہ نے مختلف مواقع پر اس کا اظہار فرمایا ہے ملاحظہ ہو قریب قریب اسی مضمون کی ایک حدیث صحیح ترمذی جزء ۲ صفحہ ۲۵۰ سطر ۳۱ مطبوعہ میرٹھ میں ہے عن عائشہ قالت ما عزت علی احد من نساء النبی ما عزت علی خدیجۃ و ما رأیتھا ولکن کان النبی یکثر ذکرھا و ربما ذبح الشاۃ ثم یقطعھا اعضاء ثم یبعثھا فی صدائق خدیجۃ فربما قلت انما کانہ لم یکن امرۃ فی الدنیا الا خدیجۃ فیقول انھا کانت و کانت و کان لی منھا ولد بخاری ص ۱۹۵ ج ۲ سطر ۲۶ تا ۲۸ مشکوٰۃ ص ۴۷۹ سطر ۷ تا ۱۰ مطبوعہ دہلی مشارق الانوار حسن صنعائی و تحفۃ الاخیار ترجمہ مشارق مذکور ص ۱۲۴ سطر ۲۰ مطبوعہ نولکشور مشارق الانوار عدوی الحمزادی ص ۸ سطر ۳۳ تا ص ۳ مطبوعہ مصر عائشہ صدیقہ کہتی ہیں میں نے کسی عورت پر رسول کی اتنا رشک نہیں کیا جتنا جناب خدیجہ پر حالانکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہ تھا (کہیں دیکھ لیتی تو نہ معلوم کیا ہوتا) لیکن حضرت اُن کا ذکر فرمایا کرتے تھے جب کبھی آپ لبا اوقات بکری ذبح کرتے تھے اُس کے اعضاء الگ الگ کر کے خدیجہ کی ہمجولیوں بھیجا کرتے تھے (بھلا میں چوکنے والی کہاں) میں نے کئی مرتبہ آنحضرت سے کہا یا حضرت آپ تو خدیجہ کو کچھ اتنا سمجھتے ہیں (جس سے یہ معلوم ہوتا ہے دنیا میں خدیجہ کے سوا اور کوئی عورت ہی نہیں تو حضرت فرمایا کرتے تھے اے عائشہ تم کیا کہتی ہو) خدیجہ ایسی تھیں کہ خداوند عالم نے مجھے اُن سے اولاد کرامت فرمائی بخاری کی روایت وہ بھی صدیقہ کی زبانی جو صاف پتہ دے رہی ہے کہ کئی مرتبہ مندرجہ بالا اتفاق ہوا پیغمبر نے جناب خدیجہ کے بارے میں اغیار کے طعن و تشنیع کی بھی کوئی پرواہ نہ فرمائی اور

ملہ یہ ورثہ میں ملا ہے ۲ میں کہتا ہوں اماں جان شکر کیجئے جو وہ انتقال فرما چکیں ورنہ آپ یہاں کیونکر نظر آتیں کیا ان کی زندگی میں حضرت دوسرا عقد کرتے ہرگز نہیں۔

ام المومنین عائشہ کے بار بار بگڑنے یا سمجھانے کا بھی کوئی خیال نہ فرمایا[۱]۔ آپ خوبی عقیدت سے
اُس کو رشک کہیں مجھے تو اس میں حسد کی بو آتی ہے ورنہ تمہارے حسد اور کس کو کہتے ہیں[۲] واہ
جی واہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے دنیا میں ان کے سوا کوئی عورت ہی نہ تھی[۳] اس مطالب سے
ملتی جلتی دوسری حدیث ماغرت علی مرۃ النبیؐ ماغرت علی خدیجہ من کثرۃ ذکر رسول اللہ ایاھا
بخاری باب تزویج النبیؐ خدیجہ ج۲ صفحہ ۱۹۵ سطر ۲۳ مصر میں نے کسی عورت پر ازواج پیغمبر سے
اتنا رشک[۵] نہیں کیا جتنا خدیجہ پر کیونکہ حضرت اُن کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ نتیجہ صاف ہے اُس ذکر
ہی کی بدولت یہ رشک پیدا ہوا۔ خلاصہ یہ کہ حضرت متعدد ازواج میں زندگی بسر کرنے کے بعد
بھی خدیجہ کے ساتھ لطف کی زندگی گذارنا نہ بھولے یہ تاجدار سریر عفت بھی منجملہ اُن اہل ایمان
کے ہیں جن کو پیغمبر جنت کی بشارت دے گئے وہ بھی اپنی طرف سے نہیں خدا کے صریحی حکم سے
عن ابی ھریرۃ قال اتی جبرئیل النبیؐ فقال یا رسول اللہ ھذہ خدیجۃ قد اتت (اتتک)
معہا اناء فیہ ادام او طعام او شراب فاذا ھی اتتک فاقرء علیہا السلام من ربہا عزوجل
ومنی وبشرہا ببیت فی الجنۃ من قصب لا صخب فیہ ولا نصب بخاری
ص۱۹۵ جلد۲ سطر ۳۰ تا ۳۲ مسلم جلد۲ ص۳۳۳ سطر ۵ تا ۹ مصر مشکوٰۃ مجتبائی دہلی ص۵۷۹ سطر ۵
مشارق مصر ص۸۰ سطر ۱۴ مدارج ۲ ص۵۴۸ سطر ۲۳۔۲۲۔

---

۱ مگر یہ معمہ کچھ اچھی طرح حل نہ ہوا۔ جناب خدیجہ کا ذکر پیغمبر ام المومنین عائشہ ہی کے یہاں کیوں زیادہ کیا کرتے تھے! اور
ازواج بھی تو تھیں اسکے کچھ معنی ہیں فافہم ۱۲ ۲ مزید اطمینان وتصریح کیلئے حسد کے اقسام اربعہ تفسیر کبیر ج۱ ص۔ سطر
میں ملاحظہ ہو دیکھئے کیسے تقسیم اس قالب پر مت موزوں پر خلعت مرصع کیطرح ٹھیک اترتی ہیں ۱۲ ۳ پیغمبر جسکی تعریف کریں
ام المومنین اسکی مذمت، پیغمبر مدح کریں یہ قدح۔ اور کیا پیغمبر کی مدح مجمل بھی ہوتی ہے جو ام المومنین عائشہ کو سمجھانے کی ضرورت
پڑی جیسے پیغمبر خوش اس سے ام المومنین عائشہ کیوں ناراض رہتی تھیں کہ ان کا ذکر تک سننا گوارہ نہ ہوتا تھا
یہ بخاری و مسلم والی روایت بتاتی ہے کہ کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا یعنی پیغمبر کے اس فعل پر ام المومنین عائشہ نے اپنے وہ
پہلے الفاظ دہرا دیئے حالانکہ پیغمبر اس جواب سے ناراضگی کا اظہار فرما چکے تھے (سچ ہے) وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں
چھوڑیں۔ کیوں مسلمانوں یہ صریحی پیغمبر کی مخالفت نہیں ہے تو اور کیا ہے اب عظمت جنگ جمل ہماری نگاہوں سے
گھٹ گئی کیونکہ علی علیہ السلام تو نبی کے خلیفہ ہی تھے ۱۲ ۵ انکو رشک ہوا اوروں پر بھی مگر اتنا نہیں جتنا جناب خدیجہ پر ۱۲۔

ابی ہریرہ کہتے ہیں جبرئیل خدمت بابرکت پیغمبر میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یا حضرت یہ خدیجہ آرہی ہیں ایک ظروف میں آپ کے لئے کھانا شوربا لارہی ہیں جب حاضر ہوں انہیں خدا اور میری طرف سے ابلاغ سلام فرمائیے اور بشارت دیجئے جنت میں مروارید مجوف کے ایک گھر کی جس میں کوئی شور و زحمت و تکلیف نہ ہوگی۔ قد جاء ان رسول اللہ امر ان یبشرھا ببیت فی الجنۃ من قصب لا صخب فیہ ولا نصب قال الحلبی الی من درۃ مجوفۃ لیس فیہ رفع صوت ولا تعب اسعاف الراغبین صہ۱۰ و ۲۰۶ مشارق الانوار ص۲۷ سطر ۱۴ مصر حدیث میں ہے کہ آنحضرت کو حکم دیا گیا کہ جناب خدیجہ کو جنت میں مجوف موتی کے گھر کی بشارت دیں عن عائشہ قالت ما غرت علی امراۃ النبی ما غرت علی خدیجہ لقد ھلکت قبل ان یتزوجنی بثلاث سنین لما کنت اسمعہ یذکرھا ولقد امرہ ربہ ان یبشرھا ببیت من قصب فی الجنۃ وان کان لیذبح الشاۃ ثم یھدیھا الی خلائلھا منھا ما یسعھن۔ بخاری ص۱۹۵ جزء ۲ سطر ۲۰ تا ص۲۲ مصر مسلم ص۲۲۳ جلد ۲ مصر ام المومنین عائشہ کہتی ہیں مجھے ازواج پیغمبر میں کسی پر اتنا رشک نہیں ہوا جتنا خدیجہ پر میری شادی سے تین سال قبل ان کا انتقال ہوچکا تھا جب سنو حضرت انہیں کا ذکر فرماتے رہتے تھے پروردگار عالم نے حضرت کو حکم دیا کہ وہ خدیجہ کو جنت میں موتی کے گھر کی بشارت دیں حضرت اگر بکری ذبح کرتے خدیجہ کے (نادار) اعزا ہجولیوں میں بھیجا کرتے تھے۔

عن عائشہ قالت ما غرت علی امراۃ ما غرت علی خدیجہ من کثرۃ ذکر رسول اللہ ایاھا قالت وتزوجنی بعدھا بثلاث سنین و امرہ ربہ عزوجل او جبرئیل علیہ السلام ان یبشرھا ببیت فی الجنۃ من قصب بخاری سطر ۲۳ تا ۵ ص۱۹۵ جز ۲۰ عائشہ کہتی ہیں اتنی غیرت مجھے پیغمبر کی کسی بی بی پر نہیں آئی جتنی خدیجہ پر پیغمبر ان کا (بیحد) کثرت سے ذکر فرماتے رہتے تھے (اور کہا) مجھ سے ان کے انتقال کے تین برس بعد عقد کیا اور خداوند عالم عزوجل نے یا جبرئیل نے حکم دیا کہ آپ ان کو ایک موتی کے گھر کی جنت میں بشارت دیدیں عن عائشہ ما غرت علی احد من

لہ نسائی کی روایت میں ہے کہ جب حضرت نے سلام خدا و جبرئیل جناب خدیجہ سے کہا تو جناب خدیجہ نے جواب میں کہا ان اللہ ھو السلام وعلی جبرئیل السلام وعلیک السلام ورحمۃ وبرکاتہ یعنی خدا خود سلام ہے جبرئیل پر بھی سلام ہو اور آپ پر بھی سلام ہو اور خدا کی رحمت ہو اور اسکی برکات شامل حال ہو ۱۲ سہ گو تین سال بعد شادی ہوئی...... مگر

ازواج النبی ما غرت علی خدیجۃ وما لی ان اکون ادرکتہا وما ذالک الا لکثرۃ ذکر رسول اللہ لہا وان کان لیذبح الشاۃ فیتتبع بہا صدائق خدیجۃ فیہدیہا۔ پیغمبر خدیجہ کے بارے میں کبھی اپنی حمیرا بی بی کے لال پیلی، اور غضبناک ہونے کی کوئی پرواہ نہ کرتے تھے عن عائشہ ما غرت علی نساء النبی الا علی خدیجۃ وانی لم ادرکہا وقالت وکان رسول اللہ اذا ذبح الشاۃ یقول ارسلوا بہا الی اصدقاء خدیجۃ قالت فاغضبتہ یوما فقلت خدیجۃ فقال انی رزقت حبہا صحیح مسلم ج۲ ص۳۳۳ سطر ۲۲ تا ۲۵ مطبوعہ مصر عائشہ کہتی ہیں میں نے پیغمبر کی کسی بی بی پر سوائے خدیجہ کے رشک (وحسد) نہیں کیا گو میں نے اُن کو دیکھا نہیں حضرت کا یہ دستور تھا جب کوئی بکری ذبح کرتے تھے فرماتے تھے اس کو خدیجہ کی ہمجولیوں میں بھیجدو (کہاں تک ضبط ہو کہاں تک صبر کرتی آخر مجھ سے نہ رہا گیا) ایک دن حضرت پر بگڑ ہی بیٹھی اور کہا (تیور چڑھا کے) یا حضرت آپ کو خدیجہ ہی کی پڑی رہتی ہے حضرت نے فرمایا (ہاں) خدیجہ کی محبت میری روزی قرار دی گئی ہے۔ شاید ان احادیث سے بعض حضرات کی تسکین نہ ہو لہٰذا وضاحت کیلئے صحیح ترمذی جزو ۲ صفحہ ۲۵۱ سطر ۱ تا ۳ مطبوعہ میرٹھ عن عائشہ قالت ما حسدت خدیجۃ وما تزوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا بعد ما ماتت وذلک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرہا ببیت فی الجنۃ من قصب لا صخب فیہا ولا نصب جناب عائشہ ارشاد فرماتی ہیں مجھ سے کسی عورت پر اتنا حسد نہیں ہوا جتنا خدیجہ پر گو حضرت نے اُن کے انتقال کے بعد مجھ سے شادی کی اور یہ حسد اسلئے تھا کہ حضرت نے اُن کو جنت میں مجوف موتی کے ایسے گھر کی بشارت دی تھی جس میں رنج و تعب نہیں یہ حدیث اصطلاح ترمذی میں حسن صحیح ہے۔ عجیب تو کیا ام المومنین عائشہ کو جنت کی بشارت نہیں دی۔ اگر دی تو اب حسد کیسا یا کسی کا جنت میں جانا بھی ان سے نہ دیکھا جاتا تھا یہ معمہ بھی خوب ہے۔ گو بقول المومنین عائشہ[1] جناب خدیجہ بڑھیا تھیں مگر ان کی محبت پیغمبر کے دل میں اخیر وقت تک جوان رہی بیشک جناب خدیجہ کے خدمات بھی یہی چاہتے تھے بعثت کے بعد جب پیغمبر کا قلب نزول وحی کے اثر سے لرز رہا تھا اور جسم مطہر میں تھرتھری پڑی ہوئی تھی۔ اسی دم کی بدولت اس وقت بھی سامان تسکین فراہم ہوئے تھے چونکہ اس وقت کا نقشہ لطف سے

---

[1] یہ ترخیم میں نے نہیں کی ہی پیغمبر نے خود اسکو پسند فرمایا اور اُن کو (غالباً پیار میں) یوں ہی فرمایا کرتے تھے مشکوٰۃ ۱۲۔

خالی نہیں لہٰذا مختصراً پیش کرتا ہوں مشکوٰۃ صفحہ ۴۳۰ سطر ۱۴ مطبوعہ دہلی۔

لقد خشیت علی نفسی فقالت خدیجۃ کلا واللہ ما یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم و تحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق بخاری جز ۱ صفحہ ۲ سطر ۵ تا ۱۶ ای خدیجہ مالی لقد خشیت علی نفسی فاخبرها الخبر فقالت خدیجۃ کلا ابشر فواللہ لا یخزنک اللہ ابدا فواللہ انک لتصل الرحم وتصدق الحدیث وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق بخاری جز ۳ صفحہ ۱۳۵ سطر ۲۶ تا ۲۸ وصفحہ ۱۳۶ سطر ۱۱ مسلم جز ۱ صفحہ ۸۵ سطر ۲ تا ۴ ومدارج جز ۲ صفحہ ۴۱

حضرت مذکورہ بالا انداز سے خدیجہ کے پاس تشریف لائے فرمایا مجھے چادر اڑھا دو جناب خدیجہ نے حضرت پر کمل اڑھا دیا اور آپ پر ٹھنڈا پانی چھڑکا بیم و ترس حضرت کا زائل ہوا جو اس بجا ہوئے خدیجہ سے تمام ماجرا بیان کیا فرمایا آج یہ معلوم ہوتا تھا جیسے جان نکلی جاتی ہے۔ خدیجہ نے عرض کی یاحضرت آپ رنجیدہ نہوں غم نہ فرمائیں خوش ہوں کہ خداوند عالم آپ کو بلیّات میں مبتلا نہ فرمائے گا۔ وہ آپ کو خسارہ و مخذولی سے کبھی دوچار نہ کرے گا۔ آپ کچھ نہ ڈریں خدا آپکے ساتھ نیکی ہی کرے گا۔ آپ صلہ رحم اچھی طرح کرتے ہیں عیالداری کے حقوق خوب ادا فرماتے ہیں اپنے قوت بازو سے کماتے ہیں مہمانداری آپ کا حصہ ہے آپ بہترین امین اور درماندوں کے دستگیر ہیں مصیبت زدہ کی ہمدردی یتیموں کی پرورش حقانیت کا ساتھ آپ کی سرشت میں ہے فقراء و مساکین کے ساتھ احسان و بھلائی اور مخلوق کیساتھ مروت و حسن و اخلاق سے پیش آتے ہیں آپ مجموعہ ہمدردی اور آپ کے تمام افعال اعلیٰ ترین اخلاق کا گنجینہ ہیں آپ کے ساتھ کسی طرح برائی کی اُمید نہیں

اس کے بعد شاہ عبدالحق صاحب دہلوی مدارج النبوۃ میں رقمطراز ہیں۔

پس تسلی داد خدیجہ رضی اللہ عنہا آنحضرت را بایں مقدمات و ایں دلالت دارد و بر کمال فراست و معرفت بحقائق امور و صدق احوال صفحہ ۴۰ حصہ ۲ جناب خدیجہ نے ان الفاظ سے جناب سرور عالم کو تسلی دی۔ ان کے یہ فقرات کمال فراست اور حقائق امور کی معرفت اور اُن کے صدق احوال پر دال ہیں۔ بیشک جناب خدیجہ کی ذات شک و شبہ سے بری بھی یہاں ان چیزوں کا گذر نہیں مندرجہ بالا کلمات سے جناب خدیجہ کے فضائل کے متعلق جو کچھ مستنبط ہوتا

بخوف تطویل سپرد ناظرین والا تمکین ہے۔ الا ایک شے جس کی طرف اشارہ کرنا نہایت ضروری ہے ابھی نبوت کی ابتدا ہی تھی اور جناب خدیجہ کے انتہائی یقین پر مشتمل فقرات اُن کے ضمیر کے آئینہ دار ہیں ورنہ بشری حقیقت سے ہزار مرتبہ تجربہ کے بعد بھی شبہ اور وسواس شیطانی آ ہی گھیرتے ہیں :۔

جناب ام المومنین عائشہ فرماتی ہیں ایک رات میں نے جناب رسالتمآب کو اپنے بستر پر نہ پایا اٹھی اور اس خیال سے کہ کہیں حضرت کسی اور بی بی کے یہاں نہ چلے جائیں میں بھی پیچھے پیچھے ہو لی۔ یہاں تک کہ حضرت قبرستان بقیع میں پہونچے بہت دیر تک کھڑے رہے اور دو تین مرتبہ ہاتھوں کو اُٹھایا اور کچھ دعا کی۔

پھر واپس ہوئے میں تیزی سے حضرت کے گھر پہونچنے سے پہلے گھر پہونچ لی اور بن کر پڑ رہی میرے پیچھے پیچھے حضرت بھی تشریف لائے چڑھی سانس پھولا ہوا دم کیونکر چھپتا۔ حضرت نے پوچھا عائشہ یہ کیا حال ہے۔ میں نے تمام واقعہ بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا جو سیاہی میں نے سامنے دیکھی تھی تو ہی تھی میں نے عرض کیا؟ ہاں حضرت نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا کیا تیرا یہ خیال تھا کہ خدا اور اس کا رسول تیرے حق میں ظلم کرے گا۔ میں نے عرض کی یا حضرت خدا سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ بات تو یہ ہی تھی اور واقعہ یوں ہی ہے جیسا حضور نے ارشاد فرمایا مگر مجھے معاف کیجئے میں بشریت سے مجبور ہوں دوسری روایت میں ہے حضرت نے فرمایا تیرے شیطان نے تجھے ورغلایا۔ عائشہ نے پوچھا کیا میرا کوئی شیطان بھی ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں ہر شخص کے لئے ایک ہوتا ہے اس پر عائشہ نے کہا پھر آپ کا بھی کوئی شیطان ہے ارشاد ہوا ہاں ہے مگر مسلمان ہو گیا مدارج ص ۵۲۴ ج ۲۔

اللہ ری معلومات واعتقادات یہ حال نو برس گذرنے کے بعد ہے کیا انہیں کے متعلق حضرت نے ارشاد فرمایا کہ علوم اُن سے حاصل کرو۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ام المومنین عائشہ تو پھر بھی عورت ہیں جن کے لئے ناقصات العقول مسلم و مشہور ہے مجھے اس جگہ اُن کے قدم بھی لغزش میں نظر آتے ہیں بقول حضرات اہل سنت جن کی ہستی پر اجتہاد جیسی صفت کو ناز تھا۔ تا اینکہ اُن کے اجتہاد نے قریب قریب ہر میدان مقابلہ میں پیغمبر کے اجتہاد سے بالا جیت لیا۔ اور ایسی شکست فاش

دی کہ روتے ہی بن پڑتی تھی۔ معاذ اللہ ایسی جلیل القدر کون ہستی ہے وہ حضرت عمر ہیں جن کے سایہ سے بھی شیطان (کون وہ جو قدرت کے سامنے خم ٹھوک کر آگیا ہو) کوسوں بھاگتا ہے بخاری۔

باوجود ان تمام محالا اور اوصاف کے یہاں وہ بھی اتنے حیران اور سرگرداں نظر آتے ہیں جس کا کچھ ٹھکانہ نہیں۔ دور نہ جایئے میدان حدیبیہ تشریف لے چلئے جو دامن دامن خانہ کعبہ سے بہت قریب ہے۔ مکہ معظمہ کا قریب پیغمبر کی معیت جمیل بلکہ آمنا سامنا۔ اور ان کو اسلام کا دعویٰ کئے ہوئے بھی کچھ کم وبیش گیارہ برس ہو چکے ہیں۔ جناب رسالتمآب کے انتقال کو بھی چند ہی برس باقی ہیں۔ جن چمن معجزات وکرامات بھی سرسبز وشاداب ہو چکا تھا۔ قرآن مجید کی تکمیل بھی قریب قریب ہو چکی تھی کچھ ہی حصہ باقی تھا۔ بہت سے میدان اور معارک بھی سر ہو چکے تھے فتوحات بھی کافی ہو چکی تھیں۔ شان وشوکت بھی آگئی تھی۔ بیعت رضوان کا مرحلہ بھی طے ہو چکا تھا۔ کہاں تک توضیح کروں۔ باوجود ان تمام باتوں کے ایک ایسے موقعہ پر جس کو ادنیٰ عقل والوں نے بھی بے پس وپیش تسلیم کر لیا تھا حضرت کی نبوت میں شک اور فرمان آنجناب کو حقیر نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ بڑی رد وقدح کے بعد بھی تسکین وتسلی کی صورت پیدا نہ ہوئی صلح حدیبیہ کے جو شرائط جناب رسالتمآب نے فرمائے تھے اور لوگ تو قبول پر اس کے آمادہ ہو گئے حضرت عمر بگڑ گئے اور بگڑے تو ایسا کہ منائے نہ منتے اور سنبھالے نہیں سنبھلتے۔ صحیح بخاری ومسلم کی عبارتیں میرے پیش نظر ہیں جن میں سے بقدر ضرورت پیش کرتا ہوں۔ فقال عمر بن الخطاب فاتیت النبی فقلت الست نبی اللہ حقا قال بلی قلت السنا علی الحق وعدونا علی الباطل قال بلی قال نعطی الدنیۃ فی دیننا اذاً قال انی رسول اللہ ولست اعصیہ وھو ناصری (اجتہاد حضرت عمر زوروں پر ہے آپ اجتہاد و بالائے اجتہاد ہوتا ہی) قلت اولیس کنت تحدثنا انا سناتی البیت فنطوف بہ قال بلی فاخبرتک انا ناتیہ العام قال قلت لا قال انک اتیہ وتطوف بہ قال فاتیت ابا بکر فقلت الیس ھذا نبی اللہ حقا (معلوم ہوتا ہے حضرت عمر نے انبیاء اللہ کی دو قسمیں کی ہیں ایک علی الحق دوسرے علی الباطل معاذ اللہ منہ) قال بلی قلت السنا علی الحق وعدونا علی الباطل قال بلی قلت فلم نعطی الدنیۃ فی دیننا اذا قال ایھا الرجل انہ لرسول اللہ ولیس یعصی ربہ (معلوم حضرت عمر کا اجتہاد عصیان تجویز

کررہا ہے جبکی حضرت ابوبکر بھی تردید فرمارہے ہیں فقال) فواللہ انہ علی الحق قلت الیس کان یحدثنا انا
سناتی البیت و نطوف بہ قال بلی فاخبرک انک تاتیہ العام قلت قال فانک اتیہ و مطوف بہ
عمر ابن خطاب فرماتے ہیں میں اس قصہ کے بعد نبی کی خدمت میں حاضر ہوا طرز گفتگو بغور
ملاحظہ فرمائیں) اور کہا یا حضرت کیا آپ خدا کے برحق رسول نہیں ہیں۔ ارشاد فرمایا ہاں میں
خدا کا رسول برحق ہوں۔ میں نے کہا کیا ہم لوگ حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں۔
حضرت نے فرمایا ہاں فی الحال بھی تصدیق ہو گئی اس پر بھی بشکل استفسار اعتراض کرتے ہیں پھر ہم
اپنے دین میں بٹا کیوں لگائیں اور نقص و خست کیوں گوارا کریں۔ (مزاج رحمۃ للعالمین برہم
ہوا ارشاد ہوا) میں خدا کا رسول ہوں۔ حضرت کا یہ جواب اور اس چیز کا جتانا جس کا مخاطب
پہلے اقرار بھی لیچکا ہے عجیب غریب راز ہے جسے ناظرین کے فہم رسالہ پر چھوڑا) اور میں اس کا
عصیان نہیں کرتا وہی میرا مددگار ہے کیا اس پر حضرت عمر کو یقین آیا ہرگز نہیں عرض کرتے ہیں تو
کیا آپنے یہ ارشاد نہ فرمایا تھا کہ ہم عنقریب خانہ کعبہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ حضرت
نے فرمایا ہاں کہا تھا لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال جاؤں گا۔ میں نے کہا کہ نہیں یہ تو آپنے
نہیں ارشاد فرمایا تھا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تو وہاں جائے گا اور طواف کرے گا۔
ناظرین آپ یہ خیال فرماتے ہوں گے۔ کہ اب ان کا دلاسہ ضرور ہو گیا ہوگا۔ مگر نہیں یہاں
شیطان کا تو گذر ہی نہیں جو اس کا وسوسہ ہوتا تو پیغمبر کے سمجھانے سے سمجھتے۔ یہ ان کا ذاتی
وسوسہ تھا۔ کیونکہ شیطانی وسوسہ سے دیرپا نہیں ہوتے۔ اب غالباً انہوں نے یہ خیال
فرمایا کہ پیغمبر کے سمجھائے تو میں نہ سمجھا۔ اب اُن کے پاس چلو جو میری بات سمجھ سکیں اور مجھے سمجھا
سکیں فرماتے ہیں بس میں ابوبکر کے پاس پہونچا اور کہا کیوں بھائی کیا یہ نبی اللہ نہیں ہیں (یہاں
لفظ بدل گیا حضرت کے سامنے تو رسول تھا یہاں نبی ہوا) پھر کہا کیوں ابوبکر کیا ہم حق پر اور ہمارے
دشمن باطل پر نہیں ہیں ابوبکر نے کہا ہاں (کیا اطمینان ہوا آپ کو خود ہی معلوم ہو جائے گا) میں نے
کہا پھر ہم اپنے مذہب میں ننگ کیوں منظور کریں (میری سمجھ میں نہیں آتا یہ کیوں بگڑ رہے ہیں
اور اپنا دین کس چیز کو کہہ رہے ہیں۔ جبکہ یہ منظر ایمان سے اتنے برگشتہ ہیں) ابوبکر کو یہ بہت ناگوار
گذرا۔ تمام تہذیب کو بالائے طاق رکھ کر کہا اے مرد .... یہ خدا کے رسول ہیں اور خدا

عصیان نہیں کرتے وہ ہی ان کا ناصر ہے تو ان کی رکاب سے متمسک رہ (یہ انتقال جناب رسالتمآب کا مسئلہ نہیں ہے جو حضرت ابوبکر کے بھی سمجھانے سے فوراً سمجھ میں آجائے)۔ غالباً جناب ابوبکر نے حضرت عمر کے تیور دیکھے اور یقین کیا کہ ان کو یقین نہیں آیا۔ نبوۃ کا اثبات ہے لہذا اب وہ طرز کلام اختیار کیا جو کسی منکر سے طرز اختیار کرنا چاہیئے۔ کہا اے عمر خدا کی قسم یہ حق پر ہیں۔ (کلام انکاری) (کیوں حضرت عمر کچھ سمجھے بھی سمجھوں کیونکر) کیا یہ ہم سے نہیں کہا کرتے تھے۔ کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے ابوبکر نے کہا کہ کیا حضرت نے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ اسی سال جاؤں گا۔ میں نے کہا۔ یہ تو نہیں کہا تھا۔ عجیب اس کا بھی اقرار مگر مانتے بھی نہیں۔ ابوبکر نے کہا تو بس پھر تم جاؤ گے اور طواف کرو گے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ وسواس شیطانی سراج الزوال ہوتے ہیں جس کا تذکرہ خالی از لطف نہیں (ملل و نحل) جب جناب باری عز اسمہٗ نے شیطان کو حکم سجدہ دیا اور اُس نے انکار کیا تو اُس کے بعد ملائکہ سے جو اُس کی گفتگو ہوئی اس کو اناجیل ربعہ اور توریت میں مختلف مقامات پر بیان کیا ہے۔ شیطان نے کہا کہ میں نے مانا کہ جناب باری و الہی والہ خلق عالم ہے قادر ہے اُس کی قدرت سے کوئی سوال نہیں کر سکتا اور اس کی مشیت ایسی ہے جب وہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے صرف کُن فرما کے خلق فرماتا ہے وہ حکیم بھی ہے مگر اُس نے چند باتیں حکمت کے خلاف کیں۔ ملائکہ نے کہا خدا تجھ پر لعنت کرے وہ کیا سوالات ہیں اس ملعون نے کہا وہ سات ہیں ۱۔ جب وہ میرے خلق کرنے سے پہلے جانتا تھا میں کیا کروں گا اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا تو اس نے مجھ کو پہلے کیوں پیدا کیا۔ میرے میرے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے ۲۔ یہ بھی مانا کہ اُس نے اپنے ارادہ اور حکمت کے مطابق مجھکو پیدا کیا تو کیوں اپنی معرفت کی تکلیف دی اور اپنی اطاعت کیوں واجب کی اسکے لئے کچھ مفید بھی نہیں اور معصیت اس کا کچھ بگاڑتی نہیں۔

(۳) اُس نے مجھے پیدا کیا مکلف کیا معرفت و اطاعت فرض کی۔ میں نے معرفت حاصل کی اطاعت کی تو مجھ پر آدم کی اطاعت کیوں فرض کی جبکہ اس سجدہ سے میری معرفت و اطاعت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔

(۴) اُس نے مجھے پیدا اور مکلف بنایا مطلقاً و مقیداً میں نے سجدہ نہیں کیا تو اُس نے مجھے

کیوں اپنی بارگاہ سے ہنکایا اور جنت سے کیوں نکالا۔حالانکہ میں نے کوئی فعل قبیح نہ کیا تھا۔ یہ ہی تو کہا تھا۔ تیرے سوا کسیکو سجدہ نہ کروں گا۔

(۵) خالق بھی کیا مکلف بھی کیا ملعون بھی کیا پھر مجھے جنت کی راہ کیوں دی جو میں داخل ہوا اور آدم کو بہکایا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ چین سے ہمیشہ جنت میں رہتے۔ اس میں کیا مصلحت تھی

(۶) یہ سب کچھ بھی سہی ان کی اولاد پر اس طرح کیوں مسلط کیا کہ میں ان کو دیکھوں اور وہ مجھے نہ دیکھیں میرے وسوسہ اُن پر اثر کریں آن کا مجھ کوئی اثر نہیں۔ اس میں کیا مصلحت ہے اور کسی دوسری فطرت پر کیوں نہ پیدا کیا جو لغزش سے بری ہوتی تو وہ پاک و پاکیزہ زندگی لبسر کرتے۔

(۷) اچھا میں نے تو سب کچھ مان لیا مگر جب میں نے مہلت مانگی تو مجھکو اس نے مہلت کیوں دی۔ مجھے جب ہی ٹھنڈا کر دیتا۔ تو مخلوق راحت سے رہتی اور شر کا خاتمہ ہو جاتا۔ تم ہی بتاؤ کیا نظام عالم خیر پر باقی رہتا شر ملنے سے بہتر نہ تھا میرے مسائل کی یہ دلیلیں ہیں شارح الجبل کہتے ہیں کہ پروردگار عالم نے ملائک پر وحی کی تم اس سے کہدو انک فی التسمیۃ الاولی انی الٰھک والہ الخلق غیر صادق اذلو صدقت انی الہ العالمین ما احتکمت علی بلم فانا اللہ الذی لا الہ الا انا اسئل عما افعل والخلق مسئولون تفسیر کبیر وغیرہ تو اپنے پہلے قول کہ میں تیرا اور تمام خلق کا الہ ہوں جھوٹا ہے اور اس میں خلاص کا پتہ نہیں کیونکہ اگر تو سچا ہوتا تو مجھ سے لم کا طالب نہ ہوتا۔ آگاہ ہو کہ میں ایسا اللہ ہوں کہ میرے سوا کوئی الہ نہیں۔ جو میں کروں کسیکو حق سوال نہیں اور تمام خلق سے میں ان کے افعال کا پوچھنے والا ہوں۔ گو شیطان اپنی شیطنیت پر قایم رہا۔ مگر اتنی سی بات کو مان گیا۔ اور یہاں کہیں روشنی کا پتہ نہیں اور ان تمام باتوں کے باوجود جناب کو یقین نہیں آیا۔ ساعی رہے کسی طرح یہ صلح درہم برہم ہو جائے سہیل کے فرزند ابو جندل مسلمان ہو چکے تھے۔ کفار قریش نے ان کو قید کرکے طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ ابو جندل کسی طرح موقعہ پاکر مکہ سے بھاگ نکلے حاضر خدمت جناب رسالتمآب ہوئے اپنا تمام حال زار بیان فرمایا۔ شرائط صلح میں ایک شرط یہ بھی تھی۔ کہ جو اہل مکہ سے مسلمان ہو کر حاضر خدمت جناب رسالتمآب ہو گا۔ اس کو حضرت واپس کر دیں گے اپنے یہاں نہ رکھیں گے

اور جو کوئی مسلمان اُن کے یہاں جائے گا۔ اُس کو واپس نہ لیں گے۔ گو صلحنامہ ابھی معرض تحریر میں نہ آیا تھا۔ مگر سہیل نے اپنے بیٹے کی واپسی پر سخت اصرار کیا جس کو جناب رسالتمآب نے منظور فرمالیا اور ابوجندل کو بشارت فرج وخوشحالی دیکر صبر کی تلقین فرمائی۔ حضرت عمر پر یہ بھی نہایت درجہ گراں گذرا۔ ابوجندل کی طرف بڑھے اور کہنے لگے ان کا خون سور و کتے کے خون کے برابر بھی وزن نہیں رکھتا اور اپنی تلوار کی طرف اشارہ کرتے جاتے تھے۔ چونکہ وہ تنہا تھے تلوار وغیرہ اُن کے پاس نہ تھی لہٰذا چاہتے تھے کسی طرح ابوجندل۔ انہیں کی تلوار لے کر اپنے باپ سہیل کا قصہ پاک کردے۔ شیرازہ صلح بکھر جائے گا۔ اور نظام عہد و پیمان درہم برہم ہو جائے گا۔ دلی تمنا حاصل ہو گی۔ جیساکہ خود اُس کو حضرت عمر نے بیان بھی کیا ہے۔ از عمر منقول است کہ گفت اُمیدوار بودم و توقع ان میداشتیم کہ ابوجندل شمشیر از من بگیرد و گردن پدر ریزند لیکن وے بکشتن پدر خویش بخیلی نمود درروایتے آنکہ ابوجندل گفت اے عمر تو چرا آں کار نمی کنی و چرا سہیل را نمی کشی۔ عمر جواب داد کہ رسول مرا از قتل نہی کردہ است۔ ابوجندل گفت اے عمر تو احق نیستی بطاعت پیغمبر از من روضۃ الاحباب صفحہ ۳۵۸ اور اس کا خلاصہ مدارج جزء ۲ صفحہ ۲۶۲۔ عمر کہتے ہیں کہ میں اس اُمید اور توقع میں تھا کہ ابوجندل میری تلوار لے کر اپنے باپ کی گردن اڑادے گا۔ لیکن اس نے اپنے باپ کے قتل میں بخل کیا[۵۱]۔ ایک روایت میں ہے کہ ابوجندل نے کہا کہ اے عمر تم خود اس کام کو نہیں کرتے اور کیوں سہیل کو نہیں مارتے عمر نے جواب دیا رسول اللہ نے مجھے قتل سے منع فرمایا ہے۔ ابوجندل نے کہا عمر تم مجھ سے زیادہ پیغمبر کی اطاعت کا حق نہیں رکھتے ہو۔ روضہ ملاحظہ فرمایا ابوجندل غریب نیا مسلمان ہے اور ہمارے مکرم مدت تمادی سے کچھ کم مگر یقین میں وہ ان سے کس قدر آگے ہے گو مصیبت زدہ بھی وہی غریب ہے اور اُس کی واپسی میں اسی کی تکالیف کا اضافہ ہے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔ ابوجندل کی اس تقریر کے بعد بھی حضرت عمر ... اپنے یقین میں راسخ رہے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا اور ان کی اس بیجا مخالفت نے تمام مسلمانوں پر اتنا اثر ڈالا کہ ہر شخص مخالفت حکم جناب رسالتمآب کو ایک معمولی شے سمجھنے لگا۔ چنانچہ جب حضرت نے سر

---

[۵۱] اُس کی اطاعت پیغمبر کو بخل سے تعبیر فرماتے ہیں۔

منڈوانے اور قربانی کرنے کا حکم دیا تو ایک بھی نہ اُٹھا۔ یہ بھی جناب رسالتمآب کو سخت ناگوار گذرا اور اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ بخاری اس مخالفت عامہ کا سہرا بھی انہیں کے سر رہا اور اس کی روح رواں یہی بزرگوار تھے۔ کیونکہ اس کے بعد جب حضرت خیمہ سے برآمد ہوئے اس سے پہلے جناب رسالت مآب کسی ایک سے مخاطب نہیں ہوئے۔ حضرت عمر کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ تم وہ دن بھول گئے جب احد کے دن میدان چھوڑ نکلے تھے اور میں تم کو پکار رہا تھا اور کوئی بھی تم میں سے میری طرف ملتفت ہونے کی سکت نہ رکھتا تھا کیا تم کو جنگ خندق نہیں یاد جب دشمنوں نے ہر طرف سے گھیر لیا تھا۔ اور خدا نے جو کچھ وعدہ کیا تھا اس کو پورا فرما دیا تھا۔ اس کے بعد ایک ایک واقعہ الطاف الٰہی اور خود اس کا ایفائے وعدہ سب کو یاد دلایا۔ معارج النبوۃ صفحہ ۱۹۶ (ناظرین اجازت ہے کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ اب بھی حضرت عمر کی خاطر جمع ہوئی یا نہیں غالباً آپ فرمائیں گے اب بھی نہیں۔ اگر میں پوچھوں گا کیوں تو آپ صحیح مسلم کی عبارت سنا دیں گے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ میں ہی اس کو نقل کردوں

فجاء عمر بن الخطاب فاتی رسول اللہ فقال یا رسول اللہ السنا علی حق وھم علی باطل قال بلی قال الیس قتلانا فی الجنۃ وقتلاھم فی النار قال بلی قال ففیما نعطی الدنیۃ فی دیننا ونرجع ولما یحکم اللہ بیننا وبینھم فقال یا ابن الخطاب انی رسول اللہ ولن یضیعنی اللہ ابداً قال فانطلق عمر فلم یصبر لمتغیظاً فاتی ابا بکر فقال یا ابا بکر السنا علی حق وھم علی باطل قال بلی قال الیس قتلانا فی الجنۃ وقتلاھم وانہ فی لنار قال بلی قال علام نعطی الدنیۃ فی دیننا ونرجع ولما یحکم اللہ بیننا وبینھم فقال یا ابن الخطاب رسول اللہ ولن یضیعہ اللہ ابداً

صحیح مسلم جزء ۲ صفحہ ۱۰۵ سطر ۸ تا ۱۵) عمر بن خطاب جناب رسالتمآب کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ کیا ہم لوگ حق پر نہیں ہیں۔ اور یہ لوگ باطل پر نہیں ہیں حضرت نے ارشاد فرمایا ہاں ہم حق پر ہیں (کاش حضرت عمر صیغہ متکلم مع الغیر نہ استعمال نہ کرتے یعنی یہ نہ فرماتے کہ ہم لوگ یہ کہتے کہ کیا میں حق پر نہیں تو جو جواب بارگاہ رسالت سے ملتا معلوم ہے) عمر نے کہا کیا ہمارے مقتول جنت میں اور اُن کے مقتول جہنم میں نہیں ہیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا ہاں ایسا ہی ہے (اب گلفشانی حضرت عمر شروع ہوتی ہے) تو پھر کیوں ہم اپنے دین کو بٹہ لگائیں اور بغیر اس کے کیوں پلٹیں جب تک جنگ ہو کر ہم کو فتح نہ ہووے (جی ہاں

یاحضرت عمر کیا آپ بدر و احد و خندق کے مناظر بھول گئے۔ اچھا گذشتہ را صلوٰۃ آئندہ را احتیاط۔ دیکھئے جنگ خیبر قریب ہے آپ کو بھی ایک روز علم دیں گے۔ مگر دیکھئے آپنے یہ فقرہ یاد رہیں کہیں ایسا نہ ہو جناب فراموش کر جائیں تو مجبوراً عزت اسلام رکھنے کے لئے علم علی علیہ السلام کو دینا پڑے گا۔ ع صرف کہنے سے کہیں چلتا ہے کام۔

جناب رسالت مآب روحی و ارواح المومنین لہ الفدا نے فرمایا خطاب کے بیٹے میں خدا کا رسول ہوں۔ مجھے ہرگز میرا اللہ کبھی ذلیل نہ کرے گا (یہ تیرا کیا خیال ہے) راوی کہتا ہے کہ حضرت عمر بےچین و بے قرار غصہ میں بھرے ہوئے وہاں سے چلے ابوبکر کے پاس آئے کہنے لگے اے ابوبکر کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور یہ لوگ باطل کے نشکار نہیں ہو چکے ابوبکر نے کہا ہاں عمر نے کہا کیا ہمارے کشتے جنتی اور اُن کے کشتے ناری نہیں ہیں ابوبکر نے کہا ہاں ہیں عمر نے کہا تو پھر ہم کیوں اپنے ہاتھوں اپنے دین کو ذلیل کریں اور بغیر لڑے بھڑے اور فتح حاصل کئے پلٹ جائیں۔

(ناظرین حضرت عمر کے یہ الفاظ ان کی شیر دلی اور جاں بازی پر کتنی پیاری دلیل ہیں مگر جانتے ہیں کہ لڑائی ہونے کی نہیں فتامل تھان وابنی دہلیز) مگر افسوس یہ بھی اپنے بھروسہ پر نہیں فرما رہے ہیں ان کی بندوق ہمیشہ دوسروں ہی کے کاندھے پر چھوٹتی ہے۔ کیونکہ اس قصہ سے کچھ پہلے ہی کا واقعہ ہے کہ جناب رسالتمآب نے حضرت عمر سے ارشاد فرمایا عمر ذرا تم مکہ جاؤ ڈکا ہے کے لئے لڑائی کے لئے نہیں ڈرانے دھمکانے کے لئے نہیں پھر کسی اور خطرناک خدمت انجام دینے کے لئے ؟ نہیں۔ آخر پھر کاہے کے لئے جاؤں (صرف ایلچی کی صورت پیغام رسانی کے انداز سے اور اُن لوگوں سے یہ کہو دیکھو ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے ہیں ہم صرف بغرض زیارت و عمرہ آئے ہیں اسپر حضرت عمر بشیر و سنیان نے عرض کی۔ یاحضرت آپ پر خوب روشن ہے۔ قریش مجھ سے کتنی عداوت رکھتے ہیں۔ اگر یہ لوگ مجھے پا جائیں گے تو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ مکہ میں میرے قبیلہ بنی عدی کا کوئی ہے بھی نہیں جو مجھ کو اُن کے شر سے بچائے اور میری حفاظت کرے۔ مدارج النبوۃ جزء ۲ صفحہ ۲۵۰، ۲۵۹

کیوں میرے محترم ناظرین آپنے میری رائے ملاحظہ فرمائی اب تو آپ کو یقین ہو گیا کہ حضرت عمر

کیسے موقع پر تیز ہوا کرتے تھے۔ اور کس میدان میں سب سے پہلے کودتے تھے۔ افسوس یہ ہے کہ میرا
موضوع آنجناب کی مردانگی نہیں اور نہ اتنا وقت۔ مجھے تو صرف اپنے دعوی کی تصدیق پیش
کرنا تھی اور ایک خاص بات کی طرف اشارہ کرنا ہے مگر کیا کروں۔ حضرت عمر بعض وقت کچھ
ایسی بات کہہ دیتے ہیں جس سے خواہ مخواہ بات طول پکڑ جاتی ہے خلاصہ یہ کہ حضرت ابوبکر
نے فرمایا اے خطاب کے بیٹے تحقیق کہ وہ رسول اللہ ہیں) یا حضرت ابوبکر آپ اس وقت ہزار
قسمیں کھائیں یا لاکھ حرف تحقیق زبان پر لائیں اثر نہ ہوگا اچھا آپ اگر اس وقت انکو سمجھا لیں
تو ہم جانیں) خدا اُن کو کبھی سرنگوں نہ کرے گا۔ شاید میرے مکرم ناظرین یہ فرمائیں کہ صحیح مسلم
کی عبارت سے تمھارا وہ مطلب نہ نکلا جس کی تائید میں تم نے یہ روایت نقل کی۔ لہذا ل
گذارش ہے ابھی اس روایت کا تتمہ باقی ہے۔ مجھے ایک بات یاد آگئی اس کو عرض کرتا چلو
ایسا نہ ہو کہ بھول جاؤں۔ کیونکہ ایک .... وہ یہ ہے کہ آپنے ان تمام واقعات کا نتیجہ اخذ
فرمایا یا نہیں یہ کیا ہوا تھا۔ نہیں نہیں آپ ہرگز اس کا نتیجہ نہ نکالئے گا۔ آپ کو کیا حق۔ دوسرے
حضرت عمر کی باتیں آپ کی سمجھ میں کیا خاک آئیں گی۔ آپ بوترابی ہیں اُن کے افعال کے
سمجھنے کے لئے ایک خاص مذہب کی ضرورت ہے۔ جس سے آپ کو کوئی لگاؤ نہیں لہذا
آپ منتظر رہیں۔ اُن کے معتقدین کیا فرماتے ہیں۔ سنیئے دیکھیے فرماتے ہیں انہ شک فی الدنیا
معالم التنزیل بغوی صفحہ ۳۲ء خود انہیں حضرت عمر کا قول نقل فرماتے ہیں ماشککت منذ
اسلمت الا یومئذ یعنی میں جب سے مسلمان ہوا ہوں کبھی شک نہیں کیا (کاہے میں نبوت میں) مگر
آج (جس کی کوئی حد نہیں رہی۔ چونکہ یہ عبارت عربی کی ہے۔ شاید میں سمجھنے سے قاصر رہا ہوں
لہذا کوئی فارسی کی عبارت دیکھوں ہاں وہ بھی حاضر ہے آمد دروں روز در دلمن امر عظیم
اس دن میرے دل میں ایک امر عظیم آیا (اسکا نتیجہ کیا ہوا) مراجعت کردم یا حضرت کہ ہرگز
مثل آں نکردہ بودم۔ میں اس روز جناب رسالت مآب سے ایسا جھگڑا کہ اس کے مثل کبھی نہ
جھگڑا تھا۔ مدارج النبوۃ جزء ۲ صفحہ ۲۶۴ سطر ۴ و ۵ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے بھی جناب کو
ایسے اتفاقات پیش ضرور آئے ہیں مگر آج کے مثل نہیں آج تو قیامت ہی کردی۔ جناب
رسالتمآب کی نبوۃ بھی اُن کے سمجھانے کو تو طاق میں رکھیے۔ ستم یہ کیا کہ حضرت صدیق کے

سمجھانے سے بھی نہ سمجھے یہ شعر۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا   جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

اب ناظرین اطمینان سے سنئے اور دیکھئے یہ حالت حضرت عمر کب تک رہی جناب رسالتمآب نے اس تمام قضیہ کے بعد تین دن وہیں قیام فرمایا جب وہاں سے چلے غالباً منزل ضجنا میں پہنچے ہونگے عن زید ابن اسلم عن ابیہ ان رسول اللہ کان یسیر فی بعض اسفارہ و عمر بن الخطاب یسیر معہ فسئلہ عمر بن الخطاب عن شیئ فلم یجبہ ثم مسئلہ فلم یجبہ فقال عمر بن الخطاب ثکلتک امک یا عمر نزرت رسول اللہ ثلاث مرات کل ذلک لم یجبات قال عمر فحرکت بعیری ثم تقدمت امام المسلمین وخشیت ان ینزل فیّ قران وجئت رسول اللہ فسلمت علیہ فقال لقد انزلت علی اللیلۃ سورۃ لھی احب الی مما طلعت علیہ الشمس ثم اقرئنا انا فتحنا لک فتحا مبینًا صحیح بخاری جز ۳ صفحہ ۲ سطرہ ۲۵ تا ۳۰

زید ابن ارقم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآب کسی سفر میں تھے اور عمر بھی ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے جناب رسالتمآب سے کوئی بات پوچھی حضرت نے جواب نہ دیا پھر پوچھا پھر جواب نہ ملا۔ (یہ بار بار پوچھنا بھی علت سے خالی نہیں ورنہ باخلوص آدمی کے لئے ایک ہی مرتبہ کا سکوت کافی تھا فتدبر) عمر بن خطاب نے اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہا اے عمر تیری ماں بتجھے روئے۔ تو نے تین مرتبہ حضرت سے سوال کیا۔ حضرت نے ایک مرتبہ بھی جواب نہ دیا۔ عمر کہتے ہیں میں نے اپنا اونٹ بڑھایا اور تمام مسلمانوں سے آگے نکل گیا یہ ڈرتا رہا ایسا نہ ہو میرے بارے میں کوئی آیت اتر آئے (تو کیا آگے بڑھ جانے سے مفر ملگیا) تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ کسی نے مجھے پکارا میں نے اپنے دل میں کہا جس بات سے میں ڈرتا تھا وہی ہوا اور ضرور کوئی آیت میری شان والا میں نازل ہوئی (ناظرین ایمان خالص اس کو کہتے ہیں۔ یہ وہم بھی نہ آیا۔ کہ حضرت مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں اب کیا ہوگا البتہ یہ گھبراہٹ پیدا ہوئی کہ کوئی آیت ضرور اتر آئی۔ بات یہ ہے کہ اس خیال کی ضرورت نہیں چنداں کوئی ہرج بھی نہیں البتہ اس کا کسیقدر خیال ہے) میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا سلام کیا (جواب کا کہیں پتہ نہیں) حضرت نے ارشاد فرمایا۔ اے عمر مجھ پر آج رات کو ایک ایسی سورت نازل ہوئی جو میرے لئے تمام ان چیزوں سے بہتر ہے۔ جنپر آفتاب روشنی ڈالتا ہے پھر حضرت نے ہمکو انا فتحنا لک فتحاً

مبیناً سنائی گئی ہم نے تمکو فتح مبین کرامت کی، بخاری۔

آپ سمجھے جناب رسالتمآب نے حضرت عمر کو کیوں خاص طریقے سے سنائی مطلب یہ تھا کہ جسے آپ دین کا ٹوٹا سمجھ رہے ہیں وہ فتح مبین ہے قیاس اور استیعاب تو یہی کہتا ہے کہ حضرت عمر کی ابھی تسکین نہیں ہوئی روایت بخاری بھی اس مطلب کو سمجھانے سے عاجز ہے مگر نہیں ہم کو حسن ظن سے کام لینا چاہیئے۔ پیغمبر کے صحابی کے متعلق سب کچھ روا ہے۔ یہ تو شک فی النبوۃ ہے اگر کوئی صحابی توحید میں بھی شبہ کرے تو کیا کا عدول یہ سبکے سب عادل ہیں صحابیت سے نہ نکلیں گے۔ ان کی صحابیت میں فرق نہ آئیگا جسکو انشاءاللہ کسی دوسرے مضمون میں عرض کروں گا۔ اسوقت صرف یہ کہتا ہوں کہ آپ کو ان پر اعتراض کا حق نہیں ہے اپنے نبی کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ وہ سب کچھ دیکھ رہے تھے لہذا آپ کا یہ فریضہ نہیں کہ نکتہ چینی کریں آپکا فریضہ تو صرف یہی ہے کہ انکی اقتدا میں رہیئے اور نجات اسی میں ہے جو کچھ وہ کر گئے وہی سنّی بھی کریں اور یقیناً وہ کرتے بھی ہوں گے ورنہ سنّی نہیں رہ سکتے کیونکہ سنّت اُن کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ جو اُن کے مذہب کا ایک ستون اعظم ہے رکن افخم ہے۔ اگرچہ بخاری نے اس دفعہ عمری کو اب تک باقی رکھا ہے اسجگہ ہم مجبوراً صحیح مسلم کو اسپر ترجیح دیں گے چاہے کہیں اور اس کی صحت میں کلام نہ کریں مگر اس کی منزلت ہرگز بخاری کے برابر نہ سمجھیں گے۔ اب مسلم کی روایت کا نتیجہ سنیئے:۔

قَالَ فَنَزَلَ الْقُرَانُ عَلٰی رَسُولِ اللّٰہِ بِالْفَتْحِ فَارْسَلَ اِلٰی عُمَرَ فَاَقْرَءَہٗ اِیَّاہُ۔ راوی کہتا ہے کہ پس سورۂ فتح قرآن میں نازل ہوا۔ جناب رسالتمآب نے عمر کو بلوایا اور صرف انہیں کو سنایا (پڑھایا) اچھا تو پھر کیا ہوا۔ راوی کہتا ہے فقال یا رسول اللہ اَوَ فتح ھو یا رسول اللہ کیا یہی صلح حدیبیہ فتح ہے (ناظرین خود سمجھ لیں یہ استفہام اقراری ہے یا انکاری) اَوَ فتح ھو میں لفظ اَوَ قابل غور ہے (العاقل تکفیہ الاشارہ)

مگر حضرت نے اپنی تسکین و اطمینان و دلاسہ کا اب بھی کوئی مظاہرہ نہ فرمایا۔ خدا بھلا دے راوی بیچارہ کو وہ اپنی طرف سے کہتا ہے فطابت نفسہ ورجع۔ اب حضرت عمر کو اطمینان حاصل ہوا اور پلٹے۔ صحیح مسلم جزو ۲ صفحہ ۸۰ سطر ۱۵ تا ۱۶۔ ہاں ناظرین کرام درست ہے۔ بیشک آپ

اس وقت کہیں اطمینان کا پتہ نہیں چلتا۔ اتنی مدت کے بعد کچھ سراغ ملتا بھی ہے، تو راوی کی ذاتی رائے سے میرے متقدر ناظرین چند باتیں آپ سے اور کر لوں اور پھر عرض کر دوں گا۔ کہ میں نے یہ تمام داستان ایمان اقرا اور نور پاش کیوں چھیڑی۔ ابھی جناب سرور عالم صحیح وتندرست ہیں سلسلہ نزول قرآن مجید بھی جاری ہے اور سیکڑوں کا مجمع بھی ہے جو شخص جناب رسالتمآب کی ایسی قدر افزائی اس وقت کر رہا ہو گیا اس سے کچھ بعید ہے کہ وہ مرض موت میں جبکہ پیغمبر اپنی آخری سانسیں پوری کر رہے ہوں اور گرد وپیش حضرت عمر کے مخصوص لوگوں کا مجمع ہو بالخصوص ایسے وقت میں جبکہ یقین بھی ہو کہ ضرور کچھ اپنے اہل بیت کی عزت افزائی کی جائے گی۔ تو وہ نتوفی بذ ادات وقرطاس، کے جواب میں یہ کہدے۔ دعوا هذا الرجل انه ليهجر ولا يليجر رحمة العالمين غزالی، اس شخص کو عاذ اللہ جناب رسالتمآب کو نعوذ باللہ ہذیان ہو گیا ہے۔ اللهم احفظنا من هذا مجاهد ... ... الطاهرین۔

دوسری بات روایت تو روایت اسکو تو علیحدہ کیجیئے درآیت بڑے وثوق اور اذعان کیساتھ شاندار الفاظ میں نہایت بلند آواز سے ڈنکے کی چوٹ یہ کہ رہی ہے کہ یقیناً وحتماً ضرور جناب رسالتمآب نے ایسے ہی شخص کے لئے فرمایا ہوگا۔ کہ خدایا تو اس سے اپنے دین کو مضبوط فرما جو حضرت اور دیگر مسلمین کی وقتاً فوقتاً یونہی مزاج پرسی کرتا ہے۔ کما لا یخفی علی اللبیب العارف الفطن الذکی۔

تیسری بات آپنے ملاحظہ فرمایا وادی یقین واخلاص کتنا آسان راستہ ہے۔ اب تو آپ کو جناب خدیجہ کی پوری پوری قدر ہو گئی ہو گی۔ قربان ہماری جانیں اس مخدمہ پر جس کے ضمیر منیر کی اول امر رسالت میں مذکورہ بالا حالت تھی۔ فاعلی اللہ ومقامہا۔

دوسری روایت میں ہے کہ جناب خدیجہ بعثت کی خبر سنتے ہی فرط مسرت سے بیہوش ہو گئیں جب ہوش آیا آنحضرت کو اپنے چچا زاد بھائی ورقا کے پاس لے گئیں۔ دیکھو بھیا یہ تمہارے ابن عم کیا کہتے ہیں ورقا نے حضرت سے احوال دریافت کیا آپنے تمام واقعہ بیان فرمایا ورقا نے عرض کی یا حضرت آپ کو بشارت ہو مبارک ہو۔ آپ ہی خدا کے آخری پیغمبر ہیں اور یہ وہی ناموس الٰہی ہے جو جناب موسیٰ پر نازل ہوئی تھی۔ اور میں گواہی

دیتا ہوں کہ آپ وہی رسول ہیں جن کی جناب عیسیٰ نے خبر دی اور نام احمد بتایا۔ خدا کرے کہ آپ کو جلد حکم جہاد ملے جو میں حضور کے ہمرکاب حضور کے دشمنوں سے جنگ کر کے درجۂ شہادت پر فائز ہوں اور خدا مجھ کو حکم جہاد عطا فرمانے تک زندہ اور صحیح رکھے۔ شاہ عبدالحق صاحب اس واقعہ کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔ جناب خدیجہ حضرت کو ورقا کے پاس کیوں لے گئیں آیا حضرت کی تسلّی کے لئے لے گئیں یا اپنی۔ کبھی حضرت کی تسلّی بیان کی کبھی جناب خدیجہ کی اور تاویلات بیجا میں اپنا اور ناظر کتاب کا وقت صرف کیا میں کہتا ہوں۔ جناب خدیجہ حضرت کو ورقا کے پاس نہ اپنی تسکین کو لے گئیں نہ پیغمبر کی بلکہ صرف اس لئے لے گئیں تھیں کہ ورقا کو اپنے خواب کی تعبیر کا عالم ظاہر میں آجانا جتا دیں کہ یہی وہ تعبیر ہے جو تمہاری زبان سے میرے خواب کے متعلق نکلی تھی۔

آپ کا صبر و استقلال

یہ وہی عفت پناہ معظمہ علیا ہیں جو پیغمبر کے سخت سے سخت وقت میں خندہ پیشانی سے ہمراہ رہیں یہ ظاہر ہے کہ اظہار نبوۃ کے بعد قریش نے جو طرز عمل اختیار کیا تھا جس کے باعث ابتدار نبوۃ میں جو زحمتیں رونما ہوئیں جن کے تصوّر سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں ان کا بعد میں کہیں پتہ بھی نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ بعض افراد کا وجود اس کو قابل برداشت بنا دے جیسے جناب ابوطالب اور جناب خدیجہ کبریٰ سلام اللہ علیہا کما تقدم۔ ظاہر سخت سے سخت وقت حضرت پر وہ تھا جب شعب ابیطالب میں آنحضرت اپنی محدود زندگی بسر فرما رہے تھے۔ جسکو شاہ عبدالحق صاحب مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں جب جناب حمزہ وغیرہ اسلام لے آئے اور صحابہ نے حبشہ کی ہجرت کی اور اسلام کو کافی نشر ہو گیا تو دیگر قبائل میں حسد و عداوت کی آگ تیزی سے بھڑکی۔ نہایت سرگرمی کیساتھ حضرت کے قتل و ہلاک کی تدبیریں ہونے لگیں۔ چونکہ جناب رسالتمآب حضرت ابوطالب کی حمایت میں تھے لہذا وہ لوگ تعرض نہ کر سکے مجتمع ہوئے جناب ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے۔ اے ابوطالب آپ اپنے بھتیجے کو منع کریں وہ ہمارے خداؤں کو

بُرا بھلا نہ کہیں یا آپ اُن کی حمایت کے سبب ہم سے جنگ پر آمادہ ہو جائیں یا انہیں آپ ہمارے سپرد کر دیں۔ اس گفتگو کے بعد کفار رخصت ہوئے جناب ابوطالب نے اپنے نور نظر میوہ دل بھتیجے جناب رسالتمآب کو بلوا کر عرض کی بیٹا تمھاری قوم آئی تھی اور ایسا ایسا کہتی تھی تم اپنے حال پر رحم کرو میں ان لوگوں کے ساتھ جنگ کی طاقت نہیں رکھتا جناب سید عالم نے ارشاد کیا۔ چچا شاید آپ یہ خیال کرتے ہوں گے کہ میں یہ کام آپ کی حمایت میں و بھروسہ پر کرتا ہوں۔ ایسا نہیں ہے میرا حامی خدا ہے اُس نے مجھے اس کام پر مامور فرمایا ہے میں انجام کار تک اس میں منہمک رہوں گا دست کشی ناممکن ہے آپ میری مدد کریں آپ کی سعادت ورنہ خدا کی نصرت میرے لئے کافی ہے اور آپ سے کوئی شکایت نہیں یہ فرمایا اور اٹھ کر تشریف لے چلے۔ ان الفاظ نے جناب ابوطالب کو سخت بے چین کیا پھر حضرت کو بلا کے کہا بیٹا آپ کچھ فکر نہ کریں اور اپنے کام میں مصروف رہیں خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں آپ کا کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد جناب ابوطالب نے ایک شعر نظم کیا جس کا مطلب یہ تھا۔ خدا کی قسم جب تک میں زیر خاک نہ ہو لوں یہ لوگ اپنی پوری طاقت کے ساتھ آپ پر نظر نہیں ڈال سکتے، اے نور نظر آپ بے پس و پیش اپنے مافی الضمیر کا اعلان کیجئے اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا اور دل کو خوش رکھیں ۔

سن بعد جناب ابوطالب نے بنی ہاشم کو جمع کیا اولاد مطلب بھی اُن کے ساتھی ہو گئے۔ بنی ہاشم میں صرف ابولہب مخالف رہا تمام قریش نے بالاتفاق عہد کیا کہ بنی ہاشم و بنی مُطلب سے شادی بیاہ خرید و فروخت نشست و برخاست میل جول لین دین سب بند کر دیا جائے۔ اور دوکانداروں کو اُن کے ہاتھ سودا بیچنے کو منع کر دیا تا امکان یہ کوشش کی گئی تھی کہ سرزمین مکہ سے اُن کو ذرا بھی فائدہ نہ پہونچے۔ چونکہ موسم حج میں بیرونجات کے لوگ کثرت سے مکہ میں آیا کرتے تھے لہذا بنی ہاشم اس خیال سے کہ یہ لوگ باہر کے ہیں شعب سے باہر نکلتے اور کچھ خریدنا چاہتے مگر قریش مانع ہوتے اور خود ان چیزوں کو جنہیں یہ خریدنے کی کوشش کرتے زیادہ قیمت دے کر خرید لیتے۔ قریش نے اس کے متعلق ایک عہدنامہ بھی مرتب کیا تھا۔ اور اُس کو خانہ کعبہ میں آویزاں کیا تھا۔ جس کا ماحصل یہ تھا کہ ہم

ان لوگوں سے کسی طرح صلح نہ کریں گے جبتک جناب رسالتمآب کو قتل نہ کرلیں۔اس مصیبت میں جناب رسالتمآب اور اُن کے ہمراہیوں کی زندگی جس طرح بسر ہوتی ہوگی۔ظاہر ہے زادالمعاد جلد اوّل صفحہ ۲۶۹ میں علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ بنی ہاشم کے بچے بھوک کی تکلیف سے اس طرح رویا کرتے تھے کہ اُن کے رونے کی آواز گھاٹی کے باہر تک سنائی دیتی تھی۔قسطلانی شارح بخاری تحریر فرماتے ہیں کہ بنی ہاشم کے بچوں کی آوازیں رات کی خاموش فضا میں تمام شہر میں سنائی دیتی تھی سنگدل وقسی القلب قریش آوازوں کو سُنکر ہنستے اور طعن وتشنیع کرتے تھے۔عامہ قریش نے خود مخالفت کی اور اگر کوئی اس کام کے لئے تیار ہوتا یا کرتا تو اس کی بھی سختی سے مخالفت کرتے تھے ابن ہشام صفحہ ۱۲۳ میں لکھتے ہیں ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ابوجہل نے خدیجہ کے بھتیجے حکیم بن حزام کو دیکھا وہ اپنے غلام کے سر پر کچھ کھانا رکھے ہوئے اپنی پھوپی صاحبہ خدیجہ کے لئے لئے جاتا ہے۔ابوجہل اُسے لپٹ گیا اور کہا تو بنی ہاشم کے لئے کھانا لئے جاتا ہے میں تجھے ہرگز نہ جانے دوں گا اور تمام مکہ میں تجھکو رسوا کئے بغیر نہ چھوڑوں گا اس اثنا میں ابوالبختری بن ہشام بن حرث بن اسد آگیا اُس نے ابوجہل سے پوچھا یہ کیا قصہ ہے اُس نے کہا دیکھو یہ بنی ہاشم کے لئے کھانا لئے جاتا ہے ابوالبختری نے کہا پھر کیا مضائقہ ہے اس کی پھوپھی تو ان لوگوں میں ہے اُن کے لئے کھانا لئے جاتا ہے جانے دے ابوجہل نے انکار کیا اور ابوالبختری سے لڑنے لگا اسے بھی غصّہ آیا اور اونٹ کی ہڈی اُٹھا کر ابوجہل کے سر پر رسید کی۔اس وقت میں بھی مخدرہ حدیقہ وفا جناب خدیجہ کبریٰ کا وجود ذیجود مُفید ثابت ہو رہا ہے گو مصیبت عام اور تکلیف ہر فرد کو یکساں تھی لیکن اس زمانہ پرآشوب کی دشواریاں اس سخت ترین وقت کی دقتیں ہرگز اس قابل نہ تھیں کہ جناب خدیجہ اسکو آسانی سے جھیل جاتیں۔خصوصاً اس عیش وتموّل مذکور میں بسر کرنے کے بعد اس کی قدر کچھ وہی لوگ پوری پوری کرسکتے ہیں جنہیں خدانخواستہ خوشی کے بعد رنج اور راحت کے بعد تکلیف پہونچی۔غربت وافلاس کی زندگی بسر کرنا آسان ہے مگر اُن کے لئے موت سے بدتر ہے جن کی ایک عرصہ تک ناز ونعمت نے ناز برداری کی ہو بستر نازک پر کروٹیں بدلنے کے بعد کسی ہموار زمین پر چین آنا مشکل ہے کہاں پتھریلی ناہموار جگہ۔وہ لوگ جن کے عیش و

راحت حلقہ بگوش خوش حالی و فراغبالی تابع فرماں ہو اس کے بعد اگر زمانہ کروٹ لیتا ہے تو زندگی کی ایک ایک گھڑی ایک ایک سال سے طولانی نظر آتی ہے اور ایک ایک دن ایک لاانتہا زمانہ دکھائی دیتا ہے صبر و استقلال یہ ایک ایسی دنیا ہے جس کی انتہا نظر اور حد خیال تک چپہ چپہ اور ذرہ ذرہ ایک وادیٔ ناپیدا کنار سے کم نہیں مگر کیا کہنا اس مصدر افعال گزیدہ و مظہر اطوار حمیدہ خاتون جناب خدیجہ کا جنھوں نے دشوار گذار منزلیں عجیب و غریب کیفیت و دلبستگی کے ساتھ ایک نرالی محویت میں کاٹ دیں اور بحمال دلدہی و دلداری اپنے ندمات سے سید انس و جان کو شاد و مسرور رکھتی ہیں۔ آخر یہ کیوں ہوا یہ ایک فطری سوال ہے بات یہ ہے کہ رضا جوئی خدا و پیغمبر کے دل میں بسی ہوئی تھی یمن صحبت فیض بخش سے مثوبات عقبیٰ پر فائز ہونے کی تمنا دل میں گھر کئے ہوئے تھی۔ یہی وہ شے ہے جس نے دنیا کی ہمہ نعمت ان کی نگاہ میں ہیچ و بے وقعت کردی تھی دنیا اور اس کی فانی نعمتیں زمانہ اور اس کا تمام ہو جانیوالا عیش اس کی نگاہوں میں کیا سمائے جو خوشنودی خدا و رسول کا دلدادہ اور ان کی نگاہ التفات کا والا و شیدا ہو۔ یقیناً شام غم ایسے لوگوں کے لئے صبح سعادت ہے اور روز سخت نوید خبت ہے اس لئے یہ خاتون جہاں باوجود کثرت ثروت و فور مال و منال سابقہ قائل الفقر فخری کی معیت کو ہر وقت و حال میں نعمت غیر مترقبہ و انعام غیر منتظرہ سمجھتی رہیں۔ پھر بھی تعجب ضرور ہوتا ہے زن و شوہر کے تعلقات ایسے نازک ہیں کہ معمولی تکلیف کو بھی زوجہ محسوس کرتی ہے اور صرف شکایت زبان پر آجاتا ہے جس کو شوہر ناگوار بھی کم کرتا ہے مگر جناب خدیجہ کے متعلق کوئی تاریخ اس کی شہادت دینے کو تیار نہیں۔ گو یہ ایسی بات نہیں جو دیگر ازواج پیغمبر سے وجود میں نہ آئی ہو۔ ہاں ایک بات سمجھ میں آتی ہے جو عورت اپنے تئیں پیغمبر کی بی بی اور حضرت کو صرف اپنا شوہر جانتی ہو۔ اس کے ساتھ ایسے امور کچھ بعید نہیں نہایت قریب ہیں البتہ وہ عورتیں جو حضرت کو خداوند عالم عز اسمہٗ کا حقیقی و سچا رسول اور اپنے تئیں ایک ذرہ بے بنیاد جانتی تھیں ان کے لئے ضرور ایسے امور محال تھے انہیں چیزوں نے تو تاحیات جناب خدیجہ کی یاد کو حبیب اللہ العالمین کے دل میں قایم و برقرار رکھا اور جب خاص طریقہ سے یاد آئی تڑپا ضرور گئی اگو جناب خدیجہ

(بقول ام المومنین عائشہ ایک بڑھیا تھیں) عن عائشۃ قالت استاذنت ھالۃ بنت خویلد اخت خدیجۃ علی رسول اللہ فعرف استیذان خدیجۃ فارتاح لذلک فقال اللھم ھالۃ بنت خویلد فغرت فقلت وما تذکر من عجوز من عجائز قریش حمراء الشدقین ھلکت فی الدھر فابدلک اللہ خیراً منہا بخاری جز ۲ صفحہ ۱۹۵ سطر ۳۳ تا ۳۵ مسلم جز ۲ صفحہ ۲۳۴ سطر ۵ مصر تحفۃ الاخیار صفحہ ۶ سطر ۱۱۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ جناب خدیجہ کی بہن ہالہ مدینہ آئیں جناب رسالتمآب سے نیاز حاصل کرنے جلالت کدہ پر حاضر ہوئیں اذن حضوری چاہا (چونکہ جناب خدیجہ کی بہن کی آواز جناب خدیجہ سے ملتی جلتی تھی) حضرت کو جناب خدیجہ یاد آئیں اور یہ معلوم ہوا کہ وہ اذن طلب کر رہی ہیں بے چین ہوئے (ناظرین یہ ملحوظ رہے) ام المومنین عائشہ کا حجرہ ہے اور وہ سامنے بیٹھی ہوئی ہیں اس پر یہ حالت ہے) اور ہالہ کے لئے دعا فرمائی خداوندا ہالہ ہے ان کو بخش پس مجھے حسد معلوم ہوا اور میں نے کہا یا حضرت یہ کیا آپ قریش کی بڑھیوں میں سے ایک سرخ کلے والی بڑھیا کا ذکر کرتے ہیں جسکو مرے ہوئے زمانہ گذر گیا اور خدا نے آپ کو ان سے بہتر عوض دیدیا۔ یہ رشک بھی عجیب و غریب ہے۔ رشک ہو جناب خدیجہ پر اور طعنہ دے رہی ہیں خیر الوریٰ جناب محمد مصطفےٰ کو۔ ناظرین خوب سمجھتے ہیں یہاں ام المومنین عائشہ بہتر بدل سے کیا مُراد لیتی ہیں۔ گذشتہ روایات سے خوب ظاہر ہوتا ہے کہ ام المومنین نسوانیت کا انحصار محض جمال اور جوانی میں سمجھتی تھیں اس بنا پر جب آپ نے جناب خدیجہ کی تنقیص کی انہیں الفاظ میں کی۔ یہ کیا آپ بڑھیا سُرخ کلوں والی عورت کا ذکر فرماتے ہیں۔ مجھے ان مخدرہ کی ذہنیت پر بڑا افسوس ہے۔ اسی بنا پر اپنے تئیں ان سے بہتر سمجھتی ہیں ان کا بڑھاپا تھا ان کا بچپنا ورنہ بتایئے ان الفاظ کے ساتھ جناب خدیجہ کے ذکر کے بعد اپنا تذکرہ کیا مناسبت رکھتا تھا۔ ورنہ اوصاف کے لحاظ سے خیریت کی تردید جناب رسالتمآب فرما چکے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار جب ماں جان سے مدح کی قدح نہ ہو سکی تو مادح سے لڑیں اور ممدوح کی قدح اپنے خیال کے مطابق شروع کی اور یہ بھی نہ سمجھیں اگر شباب و رعنائی پیغمبر کے دل پر قابو پا سکتی تو ہرگز میرے سامنے جناب خدیجہ کا تذکرہ ہوتا ہی نہیں ہماری مادر مہربان نے رسالتمآب کی حظ زندگی کا معیار شباب نے وجہ

قرار دیا۔ افسوس یہ بھی نہ خیال فرمایا کہ دیگر اہلِ مذاہب والے کیا کہیں گے۔ فافہموا۔ گو ہم خوب جانتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ نے فضیلت جناب خدیجہ پر پردہ ڈالنے کی غرض سے اُن باتوں کو نہ بیان کیا جنھیں رسالت مآب ایسے موقع پر فرمایا کرتے تھے لیکن یہ ہو نہیں سکتا۔ اس لئے کہ اِن کا نہ بیان کرنا بھی جناب خدیجہ کی بڑی فضیلت ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضرور وہ ایسے باتیں تھیں جنھیں زبان پر لانے کی ام المومنین عائشہ کو تاب نہ تھی اور اس کی تصریح بھی اُن کو کھلتی تھی ورنہ اس اختصار پسندی کے اور کیا معنی ہیں۔ فقد برائے میری مادر محترمہ میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں آپ اپنی حسن تدبیر سے اپنے اس غفلت کدہ میں (اپنی ذات خاص میں) لاکھ چار چاند لگانے کی کوشش کیجیے آفتاب اقبال جناب خدیجہ نہ ڈھلا ہے نہ ڈھلیگا۔

آپ ثیبہ نہ تھیں

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بکر عورت کے لئے ایک خوبی ہے جب پاک باطن اور صاحب اخلاق حسنہ جمیلہ بھی ہو ورنہ محض صورت دبکر کوئی حقیقت نہیں رکھتا) لیکن پیغمبر خدا نے اس صفت کو (نمعلوم کیوں) کسی خاص نظر سے نہ دیکھا اور کچھ اہمیت نہ دی گو آپ کی شرف زوجیت سے کم از کم ۱۱ عورتیں مشرف و ممتاز ہوئیں مگر ان میں صرف ام المومنین عائشہ باکرہ تھیں۔ قال ابن عباس لعائشۃ لم ینکح النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکراً غیرک بخاری صفحہ ۴۴۰ سطر ۲۳ ابن عباس نے عائشہ سے کہا تمھارے سوا پیغمبر نے کسی باکرہ سے نکاح نہیں کیا وہ بھی ۶ برس کی عمر میں اُن سے نکاح ہوتا ہے تاکہ لذت پرستی کا الزام عاید نہ ہو حضرت کا طرز عمل شہادت دیتا ہے اگر مصلحت نہ ہوتی تو آپ باکرہ سے نکاح نہ کرتے اور یہ نکاح شاید اس غرض سے ہوا کہ باکرہ نگاہ عالم سے نہ گر جائے ام المومنین ۶ سال کی عمر میں حضرت کے نکاح میں آئی ہیں اور تین برس بغیر کسی تعلق کے اپنے تقاضائے عمر مشاغل میں مصروف رہتی ہیں معلوم ہوا ام المومنین عائشہ کا عقد ہزار مصالح پر مبنی تھا اور ان کی طرف توجہ صفت بکر نے مبذول نہ کرائی تھی ورنہ چھ برس کی عمر میں اُن سے نکاح کرکے تین سال بغیر کسی تعلق کے نہ رہتے۔ کسی مناسب عمر والی سے نکاح کر لیتے اور اگر حضرت کو اس صفت کی طرف خاص توجہ ہوتی تو یہ کون کہہ سکتا ہے کہ اتنے عقد کیے سب

سب ثبوتات سے کیا کیا کوئی باکرہ عورت حضرت کو ملتی ہی نہ تھی۔ کیا مسلمان اپنی لڑکی دینا عار سمجھتے تھے تو فرمایئے وہ کون مسلمان ہے جس سے حضرت اسکی بیٹی کا خطبہ کہتے نسبت لیجاتے وہ انکار کر دیتا یا حضرت کو اس تحریک سے معاذاللہ شرم آتی تھی۔ تو ایسا کیوں ہوا۔ یہ اوّل دلیل ہے کہ پیغمبر اس صفت کیطرف ملتفت ہی نہ تھے تیبہ سے عقد کرنا پسند کرتے تھے حضرت بلکہ خدا نے یہ پسند ہی نہ فرمایا کہ پیغمبر کے گھر کو کنواریوں سے آباد کرے اسلئے کہ حضرت کے تمام عقد خدا کے ایما اور مشورہ کے مطابق ہوئے ہیں (مدارج النبوۃ) اسی نقطہ نظر سے پیغمبر کی نگاہوں میں جناب خدیجہ کو اُن کے لائق منصب پر فائز کیا۔ ورنہ نکاح وہ بھی پہلا۔ کبھی ایسا نہ ہوتا گو ام المومنین عائشہ بھی پیغمبر کے اس خیال سے متفق نہ تھیں اس معاملہ میں انہوں نے اپنے نزدیک پیغمبر کو نہایت خوبصورتی سے قائل و معقول بھی کیا ملاحظہ ہو۔ عن عائشہ قالت قلت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ (و الہ) وسلم ارأیت لو انزلت وادیا وفیہ شجرۃ قد اکل منہا ووجدت شجرا لم یوکل منہا فی ایہا کنت ترتع بعیرک قال فی التی لم یرفع یتغتی ان رسول اللہ لم یتزوج بکرا غیرھا البخاری جلد ۳ صفحہ ۱۴۰ سطر ۲۴ تا ۲۶۔ ام المومنین عائشہ کہتی ہیں یا حضرت ارشاد ہو اگر آپ کسی وادی میں نزول اجلال فرماویں اس میں ایک کھایا ہوا درخت ہو دوسرا بے کھایا تو اب فرمایئے آپ کس میں اپنا اونٹ چرائیں گے۔ ارشاد ہوا اُس درخت پر اپنے اونٹ[ملہ] کو چھوڑوں گا جو بے چرا ہو۔ امام بخاری کہتے ہیں ام المومنین عائشہ کی مراد یہ تھی کہ پیغمبر نے میرے سوا کسی باکرہ عقدہ نہیں کیا۔ انتہی۔ اگر یہ واقعی سچ ہے جیسا کہ مسلم بخاری کی شخصیت کا تقاضا ہے تو فرمایئے پیغمبر اس کو سنکر کتنا شاد ہوئے ہوں گے گر اس کے بعد بھی پھر کسی باکرہ سے شادی نہ کی (یا شاید یہ گفتگو پیغمبر اور ام المومنین کی اُسوقت ہوئی ہو جب آخری مرتبہ حضرت کا سر اُن کے زانو پر تھا)

باوجود ان تمام واقعات کے حضرت اپنے طرز عمل میں مستقل اور اپنے ارادے میں ثابت قدم تھے۔ کیونکہ آپ کی آخری شادی س۷ھ میں میمونہ بنت حارث سے ہوئی تھی جس کے تین سال کے بعد آپ نے رحلت فرمائی اُسوقت تک سوائے ام المومنین عائشہ کے کسی اور

ملہ تمام علماء اہلسنت بتائیں یہاں ام المومنین عائشہ کی پیغمبر کے اونٹ سے کیا مراد ہے دل یا......

کنواری سے عقد نہیں کیا۔ یہ عقد بھی ایک وہ سربستہ راز ہے جسے ارباب بصارت وفہم جتنی عمیق نظر سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ جدید انکشافات ہوتے جاویں گے۔

جناب خدیجہ وکتب سماویہ۔ یہی وہ مخدرہ ہیں جن کا تذکرہ الفاظ تعظیمی کیساتھ قرآن مجید سے پہلے بھی آسمانی کتابوں کا جزبن چکا ہے۔ ابن حاتم نے مسیحی سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے جناب عیسیٰ پر وحی کی آئے عیسیٰ میرے کام میں سعی کرو اور بیکار نہ سمجھنا اور میری بات توجہ سے سنو اور میرا کہنا مانو اے بتول باکرہ کے بیٹے میں نے تم کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور تم کو اور تمھاری ماں کو سارے جہاں کے لئے اپنی قدرت کی نشانی بنایا لہذا تم میری عبادت کرو اور مجھ پر بھروسہ رکھو اور کتاب کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو حضرت عیسیٰ نے عرض کی خدایا میں کونسی کتاب مضبوطی سے پکڑے رہوں ارشاد ہوا انجیل کو مستحکم لئے رہو اور سُریانیہ والوں کے سامنے اُسکو بیان کرو۔ انہیں خبر دو میرے سوا کوئی معبود نہیں میں حی وقیوم و بدیع ودائم ہوں اور کبھی فنا نہ ہوں گا تم خدا اور اس کے رسول پر جو آخر زمانہ میں ہوگا۔ ایمان لاؤ اور ان کی تصدیق کرو اور ان کی متابعت کرو جو اونٹ پر سوار بالوں کے کپڑے زیب تن کئے ہوئے سر پر تاج عصا ہاتھ میں ہوگی آنکھیں بڑی بڑی ہوں گی دونوں بھویں ملی ہوئی ہوں گی صاحب کرامت ہوگا اور اس کی نسل اُس مُبارک عورت سے ہوگی جسکا نام خدیجہ ہوگا۔ اُس عورت کے واسطے میں نے جنت میں موتی کا ایسا گھر بنوایا ہے جس میں سبز کام ہے اور اس میں کوئی تکلیف و رنج نہ ہوگا اُس کی ایک بیٹی ہوگی جسکا نام فاطمہ ہوگا۔ اور اس کے دو بیٹے حسن وحسین ہوں گے جو شہید ہوں گے جو شخص اس زمانہ میں ہو اور اُن کی باتیں سنے اُس کے لئے طوبیٰ ہے حضرت عیسیٰ نے عرض کی طوبیٰ کیا شے ہے ارشاد ہوا یہ بہشت کا ایک درخت ہے جسکو میں نے اپنی قدرت سے بویا ہے اور میرے فرشتوں نے اُس کو قائم رکھا ہے اُس کی جڑ رضوان سے ہے اور پانی تسنیم سے ہے۔ تفسیر درمنثور جلال الدین سیوطی جلد ۴ صفحہ ۵۹ سطر ۲۵ تا ۳۷ مطبوعہ مصر تحت آیہ طوبیٰ لہم وحسن مآب پ ۱۳ سورہ رعد اگر اب بھی کسیکو دعوے ہمسری ہو تو تعجب ہے جناب خدیجہ نے جو کچھ خدمت جناب رسالتمآب کی کی وہ اپنا نظیر نہیں رکھتی مومنین کے افعال وایمان کے اعزاز کا ایک معیار یہ بھی ہے کہ اول امر اسلام میں ہر خدمت معزز و محترم ہے

لہذا اس طرح بھی جناب خدیجۃ الکبریٰ اپنی صفت میں بے نظیر ہیں۔ مجھے ان محترمہ میں صرف ایک کمی محسوس ہوتی ہے وہ عصمت ہے اگر وہ بھی ان کے حصہ میں آتی تو یقیناً کم از کم آپ اپنی لخت جگر کی ہمسر یا کچھ زیادہ ہوتیں لیکن یہ چیز قدرت کے فیاض ہاتھوں نے ان کے آغوش مبارک کی رونق قرار دی ہے۔

آپ تمام ازواج پیغمبر سے افضل ہیں۔ عبدالحق صاحب مدرج النبوۃ میں خامہ وسامین کہی شیخ ولی الدین عراقی کہتے ہیں افضل امہات مومنین جناب خدیجہ ہیں۔ شیخ اسلام زکریا انصاری نے بہجہ میں قول اصح ومختار کیا ہے کہ افضل امہات مومنین دو ہیں جناب خدیجہ اور ام المومنین عائشہ دونوں میں کون افضل ہے اس میں اختلاف ہے مگر جناب خدیجہ کی فضیلت پر ابن عماد نے تصریح کی ہے اسلئے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ عائشہ نے حضرت سے ایک روز عرض کی یا حضرت آپ کو خدیجہ سے بہتر بی بی مل گئی اور اس سے بہتر اپنی ذات مراد لی آنحضرت نے ان کے قول وخیال کی تردید فرما دی۔ لہذا افضل خدیجہ ثابت ہو گیا۔ ابن داؤد نے خدا اور جبرئیل علیہ السلام کے سلام والی روایت کی بنا پر جناب خدیجہ کو ترجیح دی ہے۔ شیخ تاج الدین کہتے ہیں کہ جناب خدیجہ معصومہ کے بعد تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ مدارج۔ نیز اکثر احادیث سے بھی یہی مطلب ثابت ہے عن انس ان النبی قال حسبک من نساء العالمین مریم بنت عمران وخدیجہ بنت خویلد وفاطمہ بنت محمد والسیہ امرأۃ فرعون انس کہتے ہیں جناب سید المرسلین نے ارشاد فرمایا مرتبہ کی حیثیت سے دنیا کی تمام عورتوں میں تجھے یہ کافی ہیں یعنی سب سے بہتر ہیں۔ مریم بنت عمران خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد اور آسیہ زوجہ فرعون صحیح ترمذی جب ۲

عن علی ابن ابیطالب یقول سمعت رسول اللہ خیر نسائہا خدیجہ بنت خویلد وخیر نسائہا مریم بنت عمران امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب رسالتمآب نے ارشاد فرمایا کہ جنت کی بہترین عورتوں میں خدیجہ اور مریم ہیں بخاری جب ۲ صفحہ ۱۹۵ سطر ۱۷ تا ۱۹ مسلم جز ۲ صفحہ ۳۳۲ سطر ۲۳۔

اسی کمضمون کی چند حدیثیں کتب صحاح میں اور بھی ہیں جنسے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جناب خدیجہ تمام

ازواج سے افضل و بہتر ہیں۔ سطور بالا میں یہ مسئلہ کہ ازواج میں ام المومنین عائشہ اور جناب خدیجہ سب سے افضل ہیں ان دونوں میں کون افضل ہے؟ اس پر ادلہ مذکورہ بالا کافی ہیں لیکن تائیداً و تیمناً میں بھی کچھ لکھدوں تو بہتر ہے چونکہ مسلمانوں کے نزدیک کم سنی کا ایمان و افعال کمزور ہیں لہذا ام المومنین عائشہ اپنے بچپنے کے سبب سے شرفیابی سے محروم رہیں۔ نیز جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اور جناب رسالتمآب کیساتھ اس عمر میں ہوا تھا جس عمر میں ام المومنین عائشہ کے والد بزرگوار پیغمبر پر ایمان کے مدعی ہوئے تھے یوں بھی شرف جناب خدیجہ کے دامن کا رخ کئے ہوئے نیز یہ ظاہر ہے کہ ازواج کو جو کچھ شرف حاصل ہوا وہ مصاحبت کے سبب و طفیل سے اور مستتب اسی پیمانہ کا ہوگا جتنا سبب قوی ہوہ ۲۵ برس کا ساتھ ایسی طولانی صحبت شرافت و فضیلت پر جناب خدیجہ کی اعلیٰ ترین دلیل ہے جناب خدیجہ سے عقد کے بعد حضرت صرف ۳۸ برس زندہ رہے جس میں ۲۵ برس بلا شرکت غیر جناب خدیجہ کے نصیب تھے اور کل ۱۳ برس تمام ازواج کا حصہ ہے تو یوں سمجھنا چاہیئے کہ اس بارگاہ سے شرف مصاحبت حاصل کرنیکا جتنا موقع تمام ازواج کو دیا گیا تقریباً ان کا دگنا جناب خدیجہ کو مرحمت ہوا۔ وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیٔ قدیر۔

جناب خدیجہ پر ابو البشر جناب آدم کا غبطہ۔ آوردہ اند کہ گفت آدم علیہ السلام بدرستی کہ من سید البشرام روز قیامت مگر مردے از ذریت من پیغمبرے از پیغمبران کہ نام پاک وے احمد است فضل دادہ شدہ است او بر من بدو چیز یکے آنکہ زوجہ او معاونت دادہ شد مرا ورا عون و زوجہ من بر من عون شد دوم اعانت کرد اورا خدائے تعالی بر شیطان او پس مسلمان شد و کافر شد شیطان من اخرجہ اللالی کماذکرہ الطبرانی۔ روایت میں ہے کہ جناب آدم نے فرمایا میں روز قیامت سید البشر ہوں مگر ایک مرد میری ذریت سے اور ایک پیغمبر پیغمبران خدا سے جسکا نام پاک احمد ہے ان کو دو چیزوں میں فضیلت دی گئی ہے ایک تو یہ کہ ان کی بی بی انکی مددگار قرار دی گئی اور میری بی بی علیہ .... دوسرے یہ کہ خداوند عالم عز اسمہ نے ان کے شیطان کے مقابلہ میں ان کی مدد کی ان کا شیطان مسلمان ہو گیا (مگر رہا شیطان ہی فندیر) اور میرا شیطان کافر ہو گیا دوسری روایت میں ہے کہ

ؑ اگر آدم ام المومنین جناب عائشہ صدیقہ کو دیکھ لیتے تو کبھی ایسا نہ فرماتے ہزار ہزار شکر کرتے۔

دوسری روایت میں ہے کہ ماحصل روایت ہذا بر خود آنحضرت اور جناب آدم سے (شب معراج) بالمشافہ گفتگو ہوئی بہر تقدیر بشود کہ مراد بزوجہ خدیجہ است رضی اللہ عنہا مدارج النبوۃ
جناب خدیجہ کی خاص خوش نصیبی۔ پاک باز نیک نہاد شریف طبیعت نفیس و خالص طینت عورتیں اپنی بلند اختری خوش نصیبی وارجمندی جوان بختی وسعادت اس سے زیادہ کسی چیز میں تصور نہیں کرتیں کہ وہ اپنے قدردان محرم راز شوہر کی حیات میں اس دار فانی سے رخصت ہو کر سالک راہ بقا ہوں فی نفسہ حقیقت بھی یہی ہے۔ اس مرکز خیال سے بھی جناب خدیجہ نے اپنی دلی مراد حاصل کر کے تمغہ امتیاز پایا شوہر وہ بھی اشرف المرسلین کے ہاتھوں مٹی عزیز ہونا ہمہ شمہ کا نصیب نہیں (البتہ اسمیں دوسری شریک زینب ام المساکین ہیں جن کا انتقال جناب رسالتمآب کی حیات میں ہوا)، فی الحقیقت جان کا معاملہ ہے بھی نازک بعض کو ایسے نادر موقع میں بھی اپنا مرنا ناگوار ہوتا ہے اور یہ موت بھی ناپسند ہوتی ہے مدارج النبوۃ جز ۲ صفحہ ۵۰۰ سطر ۱۴۔ اگر بمیری بہتیس ہن اے عائشہ و من زندہ باشم۔ نماز کنم و دفن کنم تراآں سخن گراں آمد بر عائشہ وگفت دوست میداری تو فراق مرا جناب رسالتمآب نے عائشہ سے فرمایا اے عائشہ اگر تو میرے سامنے مرے تو اس سے بہتر اور کیا ہوگا کہ میں تیری نماز جنازہ پڑھوں اور تجھ کو دفن کروں جناب ام المومنین عائشہ کو یہ گراں گذرا کہنے لگیں یا حضرت آپکو میرا فراق اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اماں جہاں میں سچ کہتا ہوں یہ نادر موقع ہے مگر آپ قدر نہیں کرتیں افسوس جناب رسالتمآب پر تو یہ تقاضہ کہ آپ کو میرا فراق اچھا معلوم ہوتا ہے حالانکہ آپ خود اس کو گوارہ فرماتی ہیں اپنا مرنا گوارہ نہ ہوا ۴۴ برس بغیر شوہر عالم اپنی زندگی اچھی معلوم ہوئی۔
اس کا کیا سبب ناظرین غور فرمائیں سارا کھیل بگڑ جاتا (اگر میری سمجھ میں) جناب رسالتمآب کے انتقال میں ام المومنین عائشہ کو بڑا دخل ہے اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے اگر جناب ام المومنین عائشہ چاہتی تو حضرت کا انتقال ابھی نہ ہوتا گو موت زندگی خدا کے اختیار ہے مگر پھر بھی اسباب پر ضرور نظر پڑتی ہے بخاری کی ایک روایت جسکو صاحب مدارج نے بھی صفحہ ۵۰۰ جز ۲ سطر ۱۹ میں نقل کیا ہے یہ ہے حضرت نے یہ ارشاد فرمایا اے عائشہ ذرا اپنے منہ سے مسواک چبا کے دو تاکہ میں اسکو چباؤں اور موت مجھپر آسان ہو۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس مسواک کو حضرت کے

انتقال میں بڑا دخل ہے جس کی صورت پیش کی جاتی ہے حقیقت حال خدا جانے مگر میں تو یہی کہوں گا۔

تلخیص و توضیح و نتیجہ

آپ کے فضائل و مناقب بہت ہیں آپ کی فضیلت کے لئے یہ کیا کم ہے کہ جناب معصومہ اُم الائمۃ تاج نساء عالمیان حوراء انسیہ صلوات اللہ علیہا۔ آپ ہی کے شکم مبارک سے پیدا ہوئیں مدارج النبوۃ و مشارق الانوار اشرف اسکو کہتے ہیں جس کے یہاں پیدا ہوئیں اُس کو منقبت کے چار چاند لگا کر ممتاز بنا دیا۔

جناب خدیجہ نے روز روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ اکتساب فیض کے لئے فقط ہمنشینی کفایت نہیں کرتی جب تک مادہ میں قبولیت نہ ہو اگر مادہ میں قبولیت اور صحبت میں اثر ہے تو اکتساب صحبت کسب ارجمندی میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتا یہ مصاحبت سراوج سربلندی پر فائز کر کے ایسے چار چاند لگاتی ہے جن کی رفعت کے سامنے نشیب افلاک مع مہر و ماہ تعظیماً خم ہوتی ہے۔ ممدوحہ پہلے ہی ذاتی شرافت و خصائل سے ممتاز زمانہ تھیں پیغمبر سے شادی ہونا اور ۲۵ سال کمال اطاعت وانقیاد کے ساتھ سعیت جمیل و خلوت حسین سونے پر سہاگہ کا کام کر گئی چونکہ ان کے وقت میں کوئی دوسری بی بی نہ تھی لہذا پیغمبر کے تمام اوقات اُن کے تھے اتنی طویل صحبت کا جو اثر ہونا چاہیئے تھا اس ذات والا صفات میں نمایاں ہو کر رہا۔ یعنی سر افتخار کو اوج آسمان عزت پر پہونچا یا۔ اس مدت مدید میں جو بہرہ ذاتی اپنے حاصل کیا اور چمن مراتب سے جو گلہائے مقصود آپنے چنے اُن میں کوئی آپ کا شریک و ہمسر نہیں :-

اسلام آپ کا شرمندہ احسان نہیں تو ممنون ضرور ہے اس کے دیباچہ فلاح و بہبودی کی ابتدائی تمام مالی مشکلات کا حل اسی دامن سے وابستہ ہے آپ بزم ایمان میں اپنی صنف کی پہلی شمع یا شمع افروز رسالت کا پہلا پروانہ ہیں سب سے پہلی نماز جماعت علیؑ کے ساتھ ساتھ آپ کی بھی مدح خواں ہے (ینابیع المودۃ وغیرہ) وفا شعاری اس مبارک ہستی پر نازاں ہے

قدرت نے ان کو بہت سی وہ خوبیاں عطا فرمائیں تھیں جن کی نظیر تاریخ عالم غیر معصوم عورتوں میں پیش کرنے سے عاجز ہے ازواج پیغمبر میں طرہ امتیاز انہی کے سر رہا۔ بیشتر ان کی بہت سی خوبیاں ایسی ہیں جن سے اور ازواج محروم ہیں متاع عقل کا ادنیٰ حصہ دار بھی جناب خدیجہ کے فضل و شرف میں شبہ نہیں کر سکتا۔ ان کی سادہ و للونیر زندگی کسی تصریح کی محتاج نہیں وہ خود ایک نور پاش ایسا چاند ہے جس کے اوج عزت کو اندھا بھی محسوس کر سکتا ہے اس محترمہ نے چمن وفا کے ذرے ذرے کو باغ باغ بنا دیا جب ہی تو پیغمبرؐ بعد انتقال جناب خدیجہ بھی اسقدر ذکر فرماتے رہے جس نے جناب خدیجہ کو فلک عزت پر بدر کامل بنا کے چمکایا اور ایسا چمکایا کہ بہت سی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ سوچیئے سمجھیے۔

شوہر زوجہ کے تعلقات جس غرض و نتیجہ کے لئے شریعت عزا نے قائم اور فطرت نے معین کئے ہیں اس کا ظہور کامل بجز جناب خدیجہ اور کہیں نہ ہوا۔ وہ دو ہیں۔ جانبین کی آسائش اولادؐ ان کے علاوہ کہیں تو دونوں نہ تھے کہیں ایک تھا اور ایک نہ تھا (یہاں ناظرین بہت غور کی ضرورت ہے)۔

ایک خاص الخاص فضیلت جناب خدیجہ کی یہ ہے کہ ان کے مناقب کی روایات زیادہ تر ام المومنین عائشہ صدیقہ بنت الصدیق حبیبۂ اللہ حبیبۂ رسول اللہ وغیرہ ؎ مقدم صحیحین بلکہ صحاح میں انہی سے مروی ہیں ان کی شان دیکھئے اور صاحب مناقب پر ایک نظر ڈالیئے ؎

وحسیبة شهدت لها ضرائها ۔۔۔ والفخر ما شهدت به الضراء

ایک صاحب حسب ایسی ہو کہ سوتیں اسکی گواہی دیتی ہیں۔ اور فخر تو وہی ہے جسکی گواہ سوت دے

ومناقب شهد العدو بفضلها ۔۔۔ والفضل ما شهدت به الاعداء

اور ایسے مناقب ہیں جس پر دشمن گواہ ہیں۔ اور بات بھی یہ ہے کہ فضیلت تو وہی ہے جہاں دشمن بھی بول اٹھے

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوٰة علی خیر المرسلین وآله المعصومین الطاہرین الواثق باللہ الغنی القوی محمد نقی لکھنوی ایدہ ربہ بلطفہ الخفی والجلی بالنبی والعلی صلوات اللہ علیہما وآلہما الطاہرین المعصومین والحمد للہ رب العالمین۔ سہارنپور محلہ انصاریان

؎ یہ تمام القاب حضرات اہل سنت کے ساختہ و تراشیدہ ہیں۔

نوٹ

اس ذخیرہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے زیادہ تر کتب معتبر حضرات اہل سنت سے لکھا گیا ہے خصوصاً صحیحین یعنی صحیح مسلم و صحیح بخاری کیونکہ یہ دونوں اہل سنّت کی نگاہ میں سماء علم حدیث کے شمس و قمر ہیں ہما اصح الکتب بعد القرآن یہ دونوں قرآن کے بعد تمام کتابوں سے زیادہ صحیح ہیں صواعق محرقہ ابن حجر ہیتمی صفحہ ۵ سطر ۳۳